شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لیجائیگی

عوام سے ... (صہ)
خواص سے ... (عہ)
ہندوستان سے باہر ..... (سے)
غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف (ہے)

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

خدا کسی قوم کی حالت تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ قوم اپنی حالت تبدیل نہ کرے

الحکم

نمبر ۱۳ - جلد ۱۵
۷ - اپریل ۱۹۱۱ء

(قادیان دارالامان)

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قادیان دارالامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ - تاریخ کو شائع ہوتا ہے

اخبار الحکم مطبع انوار احمدیہ قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا۔

فرمایا۔ ایک بہت بڑا آدمی تھا۔ اس کی لڑکی کے ناطے کیسے ہی عمدہ پیغام ہوتے وہ سب کی حقارت کر دیتا تھا۔ کسی کو رشتہ دیا۔ آخر دونوں بہن بھائی جب تنگ آگئے۔ تو انہوں نے عیسائی ہونے کی تجویز کی۔ لڑکی کے بپتسمہ کے موقعہ پر ایک عیسائی لڑکے نے بھی بپتسمہ پایا۔ پادری نے اسی وقت گرجا میں دونوں کی دینی اخوۃ بنا کر نکاح کر دیا۔ اور اس سے اس شخص کی ساری عزت برباد ہو گئی۔ دیکھو رسوم کی پابندی کے بہت برے نتائج ہیں۔

ہندو کنچنیاں

ایک اور دوست نے ذکر کیا کہ فلاں شخص نے ایک موقعہ پر کہا ہے کہ فلاں فلاں قوم میں سے کنچنیاں بنی ہیں۔

فرمایا۔ کیا ہندو میں کنچنیاں نہیں اس کو خبر نہیں۔ ہندوؤں میں پانچ قسم کی کنچنیاں موجود ہیں۔ ایک قسم طلبا کے لئے۔ دوسری قسم علماء کیلئے۔ تیسری قسم فقرا و سجادہ نشینوں کے لئے۔ چوتھی قسم عوام ہندوؤں کیلئے۔ پانچویں قسم تمام دنیا کے لئے۔

بنارس میں یہ پانچوں قسم کی کنچنیاں موجود ہیں۔ اور ویسے ہمارے پنجاب میں اس مذہب کے لوگ ہندوؤں میں بکثرت ہیں۔ امرتسر۔ لاہور۔ گوجرات۔ سیالکوٹ۔ بھیرہ۔ راولپنڈی میں بڑے حصہ اس مذہب کے پیرو ہیں۔ میرے پاس ان کی کتابیں موجود ہیں۔ اور میں ان لوگوں کو جانتا ہوں۔

ایک مبشر رویا

زوجہ محترمہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسسٹنٹ سرجن سیتاپور کا ایک خواب حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش ہوا۔ جو انہیں کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے ایک بشارت پیدا ہوتی ہے کہ جو سڑک قرب الہی کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام تیار کر رہے تھے۔ وہ اب بہت کچھ صاف ہو چکی ہے۔ اور وقت آگیا ہے کہ تمام روحانی دقتیں رفع ہو کر مخلوقات کیواسطے ہدایت کا پانا آسان ہو جاوے۔

دیکھا کہ کسی دو منزلہ مکان کی درمیانی یا اوپر کی منزل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہیں حضور کا چہرہ نورانی۔ لباس عمدہ اور جلد جلد چل رہے ہیں۔ مجھے مخاطب کرکے فرمایا "آؤ تمہیں دکھلائیں کہ پہلے ہمارے گھر میں چیزیں کیسی راستہ میں بکھری پڑی ہوئی تھیں۔ اب پہلے سے کچھ راستہ صاف رہتا ہے" آپ کا ایسا فرمانے پر چند چیزیں جو راہ میں پڑی تھیں۔ ان کو میں نے اٹھا کر ایک طرف کر دیا۔ پھر حضرت مسیح موعود نے فرمایا "مولوی صاحب (حضرت خلیفۃ المسیح سے مراد ہے) سے خدا بہت خوش ہے۔ پانچوں وقت ننگے پاؤں وضو کیا۔ پاؤں دھو کے نمازیں پڑھیں۔ اور دنیا میں آکر بہت محنت کی ہے۔ کبھی تکلف نہیں کیا۔ جیسا جہاں کھانا لگا کھا کر بے تکلف بیٹھ کر پھر کام میں لگ گئے۔ یا گھر سے باہر چلے گئے۔ اسلئے خدا ان سے بہت خوش ہے۔ خدا تم سے (مراد حاضرین۔ خلیفہ رشید الدین و ان کی زوجہ) بھی خوش ہے۔ لیکن اتنا نہیں جتنا مولوی صاحب سے۔ کوشش کرو اور راستہ میں کوئی چیز ہو تو اس کو اٹھا کر راستہ صاف کر دو۔" فقط

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔ کہ ایک بے نظیر خواب ہے۔ اس میں راستہ تو وہی صراط المستقیم ہے۔ اس کو صاف کرنا چاہیئے۔ اپنی کمزوریوں اور غلطیوں کو دور کرنا چاہیئے۔ پھر فرمایا اس خواب سے اہل تشیع کا بھی رد ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ پاؤں نہیں دھوتے اور اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالے پاؤں دھونے سے خوش ہوتا ہے۔

عید میلاد بدعت ہے

جماعت شملہ کا خط پیش ہوا کہ پیسہ اخبار میں یہ خبر پڑھ کر کہ عید میلاد کے دن لاہور میں احمدیہ جماعت کے ایک جلسہ میں خواجہ صاحب لیکچر دیں گے۔ ہم نے بھی عید میلاد کا جلسہ منعقد کیا۔ اس کے متعلق حضور کا کیا حکم ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔ عید میلاد بدعت ہے۔ عیدیں دو ہی ہیں۔ اس طرح تو لوگ نئی نئی عیدیں بنانے لگ جائیں گے۔ اور احمدی کہیں گے کہ مرزا صاحب پر الہام اول کے دن ایک عید ہو۔ اور یوم وصال پر عید ہو۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے محب تو صحابہ تھے۔ انہوں نے کوئی تیسری عید نہیں بنائی۔ بلکہ ان کا یہی مسلک رہا کہ

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
و لیکن مے فزائے بر مصطفٰے

اگر عید میلاد جائز ہوتی۔ تو حضرت صاحب (مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بڑے محب تھے وہ مناتے۔ ایسی عید نکالنا جہالت کی بات ہے۔ اور نکالنے والے صرف عوام کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ ورنہ ان میں کوئی دینی جوش نہیں۔

مخالفین سے نیکی کرو

مکفر اور مکذب مولویوں کے ہاتھوں سے تنگ آکر ہمارے ایک دوست نے جو خود بھی مولوی ہیں حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں خط لکھا ہے۔ کہ یہ مکذبین بھی تو کافر ہیں۔ کیوں نہ ایسا کیا جاوے۔ کہ ہمارے جماعت کے مولوی صاحبان ان کے حق میں ایک کفر کا فتویٰ مسجل بمواہیر تیار کر کے شائع فرما دیں۔

حضرت نے فرمایا۔ ان کو لکھ دو۔ کہ آپ ان مخالفین کے ساتھ بھی نیک سلوک کرتے رہیں۔ اور ان کے حق میں دعا کرتے رہیں۔ اور ان کے ساتھ حتی الوسع نیکی کرتے رہیں۔ وہ برا کہیں تو آپ خاموش رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح مند کریگا۔

نکتۂ معرفت

ایک شخص کا خط حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش ہوا۔ کہ میں مقروض ہو گیا ہوں۔ آپ کے بڑے بڑے مرید ہیں۔ مجھے بہت سارا روپیہ ان سے دلا دیں۔

فرمایا۔ اس کو لکھو۔ کہ میرا تو بڑا پیر بھی اللہ ہے۔ اور بڑا مرید بھی اللہ ہے۔ وہ پیر ہے۔ کیونکہ وہ میرا ہادی ہے۔ وہ مرید ہے۔ کیونکہ جو وہ ارادہ کرتا ہے۔ وہ ہو جاتا ہے۔ مرید خدا تعالیٰ کا ایک نام ہے۔ وہی سب کے کام کرتا ہے۔ میں نے اپنی تنگی میں کبھی کسی سے سوال نہیں کیا۔ نہ اپنے مریدوں سے کرتا ہوں۔ آپ کو جس طرح کا اضطراب ہے۔ اگر اس میں دعا کی توفیق مل جائے تو انشاءاللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔

عبرت

فرمایا عبرت کا مقام ہے۔ ننگل مدت سے مصیبت میں گرفتار ہے۔ پہلے ہیضہ تھا۔ پھر اب طاعون کا زور ہے۔ دوسروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ (ننگل ایک چھوٹا سا گاؤں قادیان کے قریب۔ ایڈیٹر)

خدا رازق

ایک ہندو کا خط پیش ہوا۔ کہ میں نے اپنے مقصد کے پورا ہونے پر کچھ نذر مانی ہوئی تھی۔ جو ارسال خدمت ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے عجیب طریقوں سے رزق عطا کرتا ہے۔ اس کی پرورش کی راہیں الگ ہیں۔ دنیا کے لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے من حیث لا یحتسب کا یہ ایک نمونہ ہے۔ جہاں سے خیال اور وہم بھی نہ ہو۔ وہاں سے رزق آجاوے۔

آپ مرزا صاحب کو کیا کہتے ہیں

ایک دوست کا خط حضرت کی خدمت میں پیش ہوا۔ کہ بعض غیر احمدی یہ لکھ دینے کو تیار ہیں۔ کہ ہم مرزا صاحب کو مسلمان مانتے ہیں۔ فرمایا پھر وہ مرزا صاحب کے دعوی اور الہام کے متعلق کیا کہیں گے مدعی وحی و الہام کے معاملہ میں دو ہی گروہ ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بالحق اذ جاءہ الیس فی جہنم مثوی للکفرین۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو خدا تعالیٰ پر افترا کرے۔ اسے خدا کی طرف سے الہام نہ ہوا ہو۔ اور کہے مجھے ہوا ہے۔ ایسا ہی اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے۔ جو اس حق کی تکذیب کرے۔ یا تو مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے تھے۔ ان کو ماننا چاہیئے۔ یا جھوٹے تھے۔ ان کا انکار کرنا چاہیئے۔ اگر مرزا صاحب مسلمان تھے۔ تو انہوں نے سچ بولا اور وہ فی الواقع مامور تھے۔ اور اگر ان کا دعوے جھوٹا ہے۔ تو پھر مسلمانی کیسی؟۔

مخالفین کو سلام

۶۔ اپریل کو حضرت خلیفۃ المسیح بعض خطوط کا جواب لکھوا رہے تھے۔ ڈاک میں ایک مخالف کا خط بھی تھا۔ آپ نے محرر ڈاک کو فرمایا کہ اس کا سرنامہ لکھو۔ جناب من! دوبارہ فرمایا۔ صرف جناب رہنے دو۔ اور من نہ لکھو۔ کیونکہ یہ لوگ خدا کے فضل سے دور ہیں۔ اور ہم سے ایک طرف ہیں۔ اور اس موقعہ پر اپنے ایک استاد کا واقعہ سنایا کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک شخص کو جو اسلام سے منکر تھا۔ سرنامہ لکھا۔ مرکز محیط علماء و محیط مرکز فضلاء۔ اور فرمایا۔ کہ یہ سرنامہ اس لئے منتخب کیا۔ کہ ہمارا اور ان کا اختلاف اسی قسم کا ہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ

ہمارے پاس ایک ہندو نے اپنے لڑکے کے لئے دعا کو کہا ہم نے اس کے سامنے جب دعا کی۔ کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں اس کا بھلا کرے تب اس نے کہا کہ آپ ایسی دعا نہ کریں۔ کیونکہ آپ جو دونوں جہان کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اس کے تو یہ معنے ہیں۔ کہ وہ مسلمان ہو جائے

ایسا اعتراض نا جائز

ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض

حضور نے فرمایا تھا۔ مرزا صاحب کا انکار ہمارے اور مخالفوں کے درمیان بغاوت کا مقدمہ ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ غیر جن کا انکار جان بوجھ کر نہیں۔ اُن کو کس طرح ملزم کہا جاوے۔

فرمایا گورنمنٹ کے قانون کو نہ جاننا کوئی عذر نہیں ہے۔ ہمیں دوست نے عرض کیا۔ گورنمنٹ کو چونکہ دلوں کا پورا علم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ سزا دینے میں معذور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہے فرمایا۔ اگر یہی بات ہے۔ تو پھر تلوار مظلوم کو کیوں کاٹتی ہے۔

ایک شخص نے ذکر کیا کہ حضرت اقدسؑ نے غیر احمدیوں کے حق میں بعض مقامات پر ایسی تحریریں لکھی ہیں۔ جن کو اُن کی نسبت بولنے سے دل ڈرتا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تمام سعید لوگ خدا کی اس آواز کو سن کر قبول کریں گے۔ سوائے اُن کے جو دوزخ کے بھرنے کے واسطے ہیں۔ فرمایا ہمارے مخالف اُن عیسائیوں کو جو ملا دور دراز امریکہ میں رہتے ہیں۔ کیا سمجھتے ہیں۔ دہریہ کہتے ہیں۔ اگر خدا میں رحم ہوتا تو چھوٹے بچے نہ مرتے۔ اور نہ اس قدر اُن کو مصیبتیں ہوتیں جو ہیں چھوٹی عمر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پس اس قسم کے ترس کے لفظوں کا نتیجہ دہریت ہے۔ یا مرزا کا انکار کر دیا جاوے۔ تناسخ کا مسئلہ بھی ایسے ہی خیالات سے پیدا ہوا ہے۔ فیثا غورث کو انہی مشکلات نے تناسخ کا قائل کر دیا تھا۔

ہمیں ان فتووں کی پرواہ نہیں

ذکر تھا کہ مولوی محمد حسین نے لکھا ہے۔ کہ اگر احمدی

مرزا صاحب کو نبی کہنا چھوڑ دیں۔ تو ہم کفر کا فتویٰ واپس لے لیں گے فرمایا۔ ہمیں ان کے فتووں کی کیا پرواہ ہے۔ اور وہ حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں۔ جب سے مولوی محمد حسین نے فتویٰ دیا ہے۔ وہ دیکھے کہ اس کے بعد آج تک اس کی عزت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اور مرزا صاحب کی عزت نے کس قدر ترقی کی ہے۔

مرزا صاحب کی تعلیم عالم ارواح میں

برادرم منشی محبوب عالم صاحب احمدی گوجرانوالہ

کا ایک خط حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی خدمت میں پیش ہوا۔ جس میں برادر موصوف نے اپنا ایک خواب لکھا کہ "دیکھا کہ دارالامان میں حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مرحوم و مغفور تقریر فرما کر اور تھک کے ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ چارپائی پر حضور کی راست جانب نیاز محمد حضور کے پاؤں دبانے لگ گیا۔ فرمایا۔ جزاک اللہ۔ دوسری جانب اخویم منشی احمد الدین صاحب بیٹھے ہوئے پاؤں دباتے ہیں۔ میں نے طاعون زدہ لاشوں کا نظارہ جو پہلے دیکھا تھا عرض کیا۔ فرمایا۔ استغفر اللہ"

اس خواب کی تعمیل میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے فرمایا کہ استغفار بہت کرنا چاہئے۔ یہ طاعون کا علاج ہے۔ خدا تعالیٰ سے اپنے گناہ بخشوانے چاہئیں اور صدقہ دینا چاہئے۔

فرمایا کہ ہمارا مرزا تو عالم ارواح میں بھی استغفار سکھاتا ہے وہ جاہل لوگ ہیں۔ جو ہمیں بے ایمان کہتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ اپنے ایمان کی فکر کریں۔

عید میلاد کے متعلق لاہوری خط

عید میلاد کے متعلق جو آرٹیکل الحکم میں لکھا گیا تھا خدا کا شکر ہے۔ کہ وہ موثر اور بروقت ثابت ہوا۔ اور یہ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ عید میلاد ایک نرالی بدعت ہے۔ اور ہماری قوم اس میں شمولیت کو پسند نہیں کرتی۔ اور نہ اس کے مجوزین میں شامل ہو سکتی ہے۔

اسی مضمون میں میں نے یہ ظاہر کیا تھا۔ کہ ہمارے بعض دوستوں نے بھی غلطی کھائی جو وہ عید میلاد میں شامل ہوئے۔ اس حصہ کی تردید میں جناب خواجہ صاحب نے ایک چٹھی ۲۶ اپریل ۱۹۱۱ء کو بتوسل سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان میرے پاس بغرض اشاعت ارسال فرمائی ہے۔ جس کو میں نہایت شوق اور عزت سے درج کرتا ہوں اگرچہ یہ وہی خط ہے۔ جو جناب خواجہ صاحب بذریعہ بدر شائع کر چکے ہیں۔ اور میں حیران تھا۔ کہ مجھے یہ چٹھی کیوں نہیں بھیجی گئی۔ جب کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ میرے نام بھی بھیجی گئی ہے۔ مگر میری حیرانی دور ہو گئی۔ کیونکہ خواجہ صاحب نے مجھے براہ راست بھیجنے کے بجائے پسند کیا کہ وہ سلسلہ کی مرکزی کمیٹی کے قابل سکرٹری صاحب کے ذریعہ مجھے پہنچائیں۔

کسی غلط فہمی کی اصلاح کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ کہ جس ذریعہ سے وہ پیدا ہوئی ہو۔ اسی سے اس کو دور کیا جاوے۔ یہ چٹھی امر حق کے اظہار کے لئے لکھی گئی ہے۔ اور چونکہ اس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ "میں نے غلط واقعات لکھ کر جماعت میں ایک گونہ ابتلا پھیلائی"۔ اس لئے میرا فرض ہے۔ کہ میں اخبار الحکم کی وقعت کو مد نظر رکھتا ہوا اس الزام کو دور کروں۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میں انسان ہونے کی وجہ سے غلطی کا ارتکاب کر سکتا ہوں۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ میں غلط واقعات لکھ کر جماعت میں ابتلا پھیلاؤں۔ الحکم آج تک سلسلہ کے صحیح واقعات بہم پہنچانے کا مسلم اور زبردست ذریعہ رہا ہے اور وہ ایک صحیح تاریخ سلسلہ کی کہلانے کا حق رکھتا ہے۔ اس میں پرنٹنگ کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ مگر خدا کے فضل سے واقعات غلط نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا موقع ہوا ہو۔ تو اس کی تردید ضرور موجود ہو گی بشرطیکہ اس کی اصلاح یا تردید واقعات مسلمہ کی بنا پر پیش کی گئی ہو۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مجھ پر ابتلا پھیلانے کا الزام صحیح نہیں اور میں اس کو اپنے لئے محض الزام قرار دیتا ہوں۔

عید میلاد میں شامل ہونے والے احباب کی میں نے تخصیص نہیں۔ کہ کہاں شامل ہوئے اور کہاں نہیں۔ اس لئے مجھے تعجب ہے کہ خواجہ صاحب نے اسے اپنی ذات یا جماعت لاہور کے ساتھ کیوں مخصوص کر لیا ہے۔ میں اپنی جماعت کے بعض افراد کے عید میلاد میں شامل ہونے کا نتیجہ ان تحریروں سے نکالنے پر مجبور تھا۔ جو پیسہ اخبار میں شائع ہوئی تھیں۔ ان سے ترغیب اور تحریص پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء کے پیسہ اخبار میں جناب سید محمد حسین شاہ صاحب نے بارہ وفات اور انگریزی خوان مسلمان کے عنوان سے جو مضمون شائع کیا۔ اس میں جناب شاہ صاحب نے لکھا ہے۔

"امسال نہایت خوشی کا مقام ہے۔ کہ اس لیکچر کے علاوہ تمام مسلمانان لاہور کی طرف سے ایک اور عظیم الشان جلسہ بھی ہو گا جس میں مولود شریف اور آنحضرت صلعم کی سیرۃ پاک کا ذکر ہو گا۔ پرانے مسلمان تو ان امور کو سعادت دارین سمجھ کر شریک جلسہ ہوں گے۔ لیکن ان سطور کے مخاطب ہمارے انگریزی خوان احباب ہیں۔ جن کی خدمت میں ہماری عرض ہے کہ وہ ان **جلسوں** میں بالضرور شریک ہوں۔ اور اپنی **عصبیت** اور **قومیت** کا ثبوت دکھلاویں"

شاہ صاحب کی اس تحریر سے عید میلاد میں شمولیت کی تحریک اور تائید کا استنباط کر لینا میرے جیسے کمزور طبیعت آدمی ہی کا کام نہ تھا۔ بلکہ پیسہ اخبار کے مضامین سے **شملہ** کی معزز جماعت کو بھی مغالطہ لگا اور انہوں نے عید میلاد ادا یہ سمجھا کہ لاہوری دوست اس میں شریک ہوئے۔ چنانچہ ان کا خط اخبار بدر کے اسی نمبر میں چھپا ہے۔ جس میں خواجہ صاحب کا وہ خط جو میرے نام ہے۔ درج ہوا۔

پھر عید میلاد ہی کے مقام پر ہی بارہ وفات کے جلسے کے محض اعلان سے یہ سمجھ لینا کہ یہ اس سے الگ کوئی چیز ہے ناممکن تھا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں۔ اگر الحکم اس غلطی کا اظہار نہ کرتا۔ تو کبھی اس سے یہ مفہوم پیدا ہی نہ ہوتا۔ جو اب کیا گیا۔ خود ایڈیٹر صاحب بدر نے بھی محسوس کیا ہے۔ کہ ایک ہی مقام پر اس جلسہ کے انعقاد سے غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ پھر پیسہ اخبار میں اس جلسہ میلاد کی جہاں روئیداد دی گئی ہے۔ وہاں اس نے صاف لکھا ہے:۔

"کہ ہر فرقہ و طبقہ کے با اثر اصحاب نے اس کو کامیاب بنانے میں مدد لی گئی تھی"...... شرکاء کی تعداد تین چار ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ جن میں ہر فرقہ و جماعت کے لوگ نظر آتے تھے"

پھر اسی سلسلہ روئیداد میں وہ لکھتا ہے:۔

"اس کے بعد جلسہ عام نماز مغرب کے لئے برخاست ہوا۔ اور بعد انجمن احمدیہ کی زیر سرپرستی اسی مقام پر دوسرے جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی"

اس اور دوسری قسم کی تحریروں کی بنا پر میں اس جملے کے لکھنے کے لئے مجبور تھا۔ جس کی تردید آج خواجہ صاحب کرتے ہیں۔ اور شملہ کی جماعت اسی قسم کی تحریروں سے اس ابتلا میں مبتلا ہو گئی۔ جو انہوں نے عید میلاد کے منانے سے ایک بدعت کا ارتکاب کیا۔

میرے اس مضمون کے لئے اور اور وجوہات نہ بھی ہوتے تو بھی جماعت شملہ کا پیسہ اخبار کی تحریروں سے اس نتیجہ پر آنا کہ لاہوری دوست عید میلاد میں شامل ہوئے۔ ایک ضروری پہلو تھا۔ کہ میں اس بدعت سے جماعت کو آگاہ کرتا۔

چنانچہ معزز بدر نے جماعت شملہ کے خط کا خلاصہ یوں دیا ہے:۔

کہ پیسہ اخبار میں یہ خبر پڑھ کر کہ عید میلاد کے دن لاہور میں احمدیہ جماعت کے ایک جلسہ میں خواجہ صاحب لیکچر دیں گے۔ ہم نے **عید میلاد** کا جلسہ منعقد کیا۔ اس کے متعلق حضور کا کیا حکم ہے؟

اب خواجہ صاحب خود سمجھ لیں۔ کہ ابتلا میرے ذریعہ پھیلا۔ یا اُن کے ذریعہ میں نے تو اس بدعت کی اشاعت سے جماعت کو بچا لیا جس میں اگر وہ مبتلا ہو جاتی۔ تو اس کا وبال خواجہ صاحب پر ہوتا۔

میرا مقصد حاصل ہو گیا اور خواجہ صاحب نے جیسا کہ ظاہر کیا ہے کہ وہ عید میلاد کے مجوزین اور شرکاء میں نہیں۔ آئندہ کے لئے امید

دلادی ہے۔ کہ احمدی قوم خدا کے فضل سے آئندہ اس میں شامل نہ ہوگی میرا مقصد تو اسی قدر تھا نہ کسی ابتلا کو پھیلانا۔

پس اس قدر غلط فہمی رفع کرنے کے بعد میں خواجہ صاحب کے خط کو شائع کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں۔ کہ اگر میری تحریر سے کوئی غلط فہمی واقعہ ہوئی ہوگی۔ تو اب خدا کے فضل سے رفع ہو جائے گی۔

خواجہ صاحب نے یہ بھی ہدایت فرمائی ہے۔ کہ کیوں میں نے اس تحریر سے پہلے ان سے صحیح واقعات دریافت کر لئے۔ اور آئندہ بھی جو کچھ واقعات لاہور کے متعلق میں لکھوں۔ ان سے دریافت کر لیا کروں۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔ مگر بہترین ذریعہ یہ ہے کہ اگر لاہور میں کوئی ایسی کارروائی ہو۔ جس کا اثر جماعت پر پڑتا ہو تو وہ اس کے صحیح حالات بغرض اندراج خود بھیجا کریں۔ تا کہ میں اپنے ذرائع سے بہم پہنچائے ہوئے حالات سے ان کا مقابلہ کر لیا کروں اور اگر کوئی امر پھر قابل دریافت ہو۔ تو میں خوشی سے ایسا کروں گا۔ اور ایسا کرنا اخبار نویسی کے فرائض میں داخل سمجھتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس مضمون کے متعلق میری پوزیشن صاف ہو گئی ہے۔ اور آئندہ اس پر لکھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ جلسوں کے اعلان شائع کرنے کی ضرورت نہیں صرف خواجہ صاحب کا خط کافی ہے۔ ایڈیٹر

جناب شیخ صاحب! السلام علیکم ذیل کے سطور اپنے اخبار میں درج فرماویں۔

الحکم نمبر ۱۱ جلد ۱۵ کے صفحہ ۳ کالم ۲ میں بعنوان "عید میلاد یا مذہب برنگ فیشن" آپ نے ذیل کی سطور لکھی تھیں۔

"ہمارے بعض دوستوں نے بھی غلطی کھائی ہے۔ جو وہ عید میلاد میں شامل ہوئے۔ انہیں قبل از وقت حضرت امام مفترض الطاعۃ کے حضور اس کو پیش کرنا چاہئے تھا۔ اور پھر آپ کی اجازت سے جو کچھ وہ حکم دیتے کرتے۔ میں مانتا ہوں کہ ان میں سے جو بھی شامل ہوئے ہوں۔ وہ اعلائے کلمۃ الاسلام کے خیال سے ہوئے ہوں گے لیکن کیا وہ اس سے پہلے بطور خود نہیں کرتے تھے۔ جو زیادہ اور مفید اور مبارک تھا۔ پھر اس میں شمولیت کی کیا حاجت تھی؟"

کاش! قلم اٹھانے سے پہلے آپ مجھ سے تحقیق کر لیتے۔ تو پھر آپ کو ان سطور کے لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ افسوس ہے کہ آپ نے غلط واقعات لکھ کر جماعت میں ایک گونہ ابتلا پھیلائی۔ ہم نے وہی کیا جو آپ کے الفاظ میں زیادہ مفید اور مبارک تھا۔ نہ ہم عید میلاد کے مجوز تھے۔ نہ ہم شریک ہوئے۔ آپ اگر پیسہ اخبار کے اعلانوں کو دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ اُس نے (پیسہ اخبار) جہاں عید میلاد کا اشتہار دیا ہے۔ وہاں ہمارے جلسہ کا اشتہار اسی عنوان سے الگ دیا ہے۔ جس عنوان سے ہمارا جلسہ اول حضرت مسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ کی زندگی میں ہوا۔ اور پھر حضور کے وصال کے بعد حضرت آقا خلیفۃ المسیح رض کی اجازت سے شروع ہوا۔ ایسے جلسوں کی تائید میں جو خود حضور مغفور علیہ السلام نے اپنی زندگی میں تقریر فرمائی۔ وہ چند دن ہوئے۔ کہ الحکم کے میلاد نمبر میں شائع ہوئی۔ اور اسی تقریر کی اطاعت میں ہمارے جلسے ہوتے رہے ہیں۔ ہمارا پہلا جلسہ ۱۹۰۶ء میں حضرت اقدس مسیح الموعود کی زندگی میں ہوا۔ پھر ۱۹۱۰ء کو وہ عظیم الشان جلسہ باجازت حضرت خلیفۃ المسیح رض ہوا۔ جو دو دن ہوتا رہا۔ اور جس کی پریذیڈنٹی کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح رض نے حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کو اور حضرت نواب صاحب کو بھیجا تھا۔ اور اس جلسہ میں مولوی صدرالدین صاحب اور حضرت صاحبزادہ صاحب بھی قادیان سے باجازت حضرت خلیفہ جری اللہ صاحب رض تشریف فرما ہوئے تھے۔ اور جس محترم جلسہ میں بعنوان "بارہ وفات" حضرت صاحبزادہ صاحب نے بھی تقریر فرمائی تھی۔ پھر یہ جلسہ ۱۹۱۱ء کو محمڈن ہال میں ہوا۔ اس ۱۹۱۱ء میں ہماری دیکھا دیکھی غیر احمدیوں کو بھی جوش آیا۔ اور انہوں نے عید میلاد منائی۔ جس کا اشتہار لف ہذا ہے۔ ہم نے حسب معمول اپنا جلسہ بارہ وفات الگ کیا۔ جس کا اشتہار بھیجتا ہوں۔ اس اشتہار کا عنوان بھی وہی تھا۔ جو برابر عرصہ چار سال سے ہو رہا ہے۔ آپ ان ہر دو اشتہارات کی نقول بھی شائع فرماویں۔ اور آئندہ آپ جو کچھ واقعات لاہور کے متعلق ارقام فرمائیں۔ ان کی پہلے تحقیق کر لیں۔

احمدیہ بلڈنگس
لاہور۔ مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۱ء
خواجہ کمال الدین

مختصر نوٹ

بٹالوی کا الزام خواجہ صاحب پر

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے ۸ اپریل ۱۹۱۱ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک مضمون "مختلف فرقہائے اسلام میں اتفاق کی جائز و ممکن صورت" کے عنوان سے چھپوایا ہے۔ اس مضمون پر اس وقت میں بحث نہیں کرونگا۔ بلکہ میں شیخ بٹالوی کے اس الزام کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ جو اس نے خواجہ صاحب پر لگایا ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے سیالکوٹ کے کسی لیکچر میں یہ بیان کیا۔ کہ ہم مرزا صاحب کو نبی اور رسول نہیں مانتے اور محض اسی وجہ سے بٹالوی نے ان سے میل جول اور سلام کلام شروع کیا۔ یہ خلاصہ ہے اس الزام کا جو بٹالوی نے خواجہ صاحب پر لگایا ہے۔ اگرچہ اس کا مسکت جواب خود خواجہ صاحب شائع کریں گے اور انہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں ان کے عقیدہ پر سخت حملہ کیا گیا ہے۔ تاہم میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ بٹالوی کا یہ خواجہ صاحب پر افترا ہے۔ کیونکہ کوئی احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رسالت یا نبوت (جس کی کیفیت پر اس وقت بحث نہیں) کا انکار کر کے احمدی نہیں رہ سکتا۔ خواجہ صاحب ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتے جو حضرت مسیح موعود کے الہامات کے خلاف ہو۔ اور بٹالوی کا میل جول اور سلام پیام وقعت نہیں رکھتا ہے۔ کہ محض اس کی خاطر ہم اپنے عقیدہ کو چھپائیں۔ وہ اپنے کفر کے ترکش کے تمام تیر ہم پر چلا چکا۔ انی مھین من اراد اھانتک کا خمیازہ اب تک بھگت رہا ہے۔

بٹالوی کو لازم ہے۔ کہ وہ اپنے اس بیان کی فوراً تردید کرے کیونکہ ایک احمدی کی اس سے بڑھ کر کوئی ہتک نہیں ہو سکتی کہ اُس کے عقائد پر حملہ کیا جاوے۔ اور خواجہ صاحب بھی جلد تردید کر دیں۔

غیر احمدیوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے

معزز ہمعصر بدر نے ۲۰ اپریل کی اشاعت میں ایک نوٹ اس عنوان سے لکھا ہے۔ کہ "سنا گیا ہے کہ کسی جاہل بیوقوف نے یہ مشہور کیا ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے کوئی ایسا فتویٰ جاری ہوا ہے۔ کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ یہ محض افترا ہے۔"

ایسے مفتریوں کا پتہ لگانا چاہئے۔ جو جماعت کو مغالطہ میں ڈالتے ہیں۔ امید ہے کہ احمدی احباب ایسے فتوے دینے والوں کے نام سے آگاہ کریں گے۔

معزز بدر نے آخر میں لکھا ہے کہ "ہم جناب خواجہ صاحب کو متوجہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس پر ایک مضمون لکھ کر بدر میں شائع فرماویں تاکہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو" میں اس تجویز سے موافقت نہیں کرتا کیونکہ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہوں گے۔ کہ نعوذ باللہ خواجہ صاحب کی کسی تحریر یا تقریر سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ علاوہ بریں جب جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح رض مدظلہ العالی کے صاف ارشادات اس بارے میں شائع ہو چکے ہیں۔ تو کسی اور کی کیا حاجت ہے؟ یہ ایک قسم کا تقدم علی الامام ہے۔ جس سے ہمیں بچنا چاہئے۔

قومی نظام

معزز ہمعصر ملت رقمطراز ہے۔ کہ جب کسی قوم کی قوت امتیاز میں فتور آجائے۔ تو سمجھو کہ اب یہ قوم چند دن ہی کی مہمان ہے۔ دنیا میں فائز المرام ہونے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ ہر شخص اپنا اور دوسروں کا درجہ پہچانے۔ قدرتی آزادی کو برقرار رکھنے اور اپنی قوتوں سے پورا پورا کام لینے کے لئے قوت امتیاز بڑی قابل قدر مدد دیتی ہے۔ جس قوم کا ہر فرد ہمچو من دیگرے نیست کی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ خواہ ایسے افراد بظاہر کسی اخلاقی روحانی یا تمدنی رشتہ سے منسلک معلوم ہوتے ہوں۔ مگر حقیقت میں وہ قوم کہلانے کا کوئی استحقاق نہیں رکھتے قومیت کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ **قوم کی ساری قوتیں اور طاقتیں ایک مرکز پر مجتمع ہوں**"

معزز ہمعصر کی یہ رائے نہایت قابل قدر اور واجب العمل ہے۔ قوم کی مختلف قوتوں کا مرکز ہمیشہ امام ہوا کرتا ہے۔ جو شیرازہ قومی کو قائم رکھتا ہے۔ اخوات یا وحدت ارادی قائم نہیں ہو سکتی جب تک امام کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ اور خدا کے محض فضل سے اس مفید اور کارآمد گر کو سلسلہ احمدیہ نے پیش کیا ہے۔ ورنہ محض انجمنوں یا سوسائٹیوں کا وجود مختلف قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہوا۔ بنیادی طور پر یہ چیزیں مفید ہو سکتی ہیں۔ وہ لوگ سخت غلطی کریں گے۔ جو میری اس رائے کو جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی سند سے لکھی ہے۔ کسی انجمن یا سوسائٹی سے

منسوب کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتح اسلام کے صفحہ ۔۔ پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ غرض میرا مطلب اجتماعی نظر سے امام کے ساتھ تعلق شدید پیدا کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے اور یہ بتانا ہے کہ

اصلی فلاح کا یہی ذریعہ ہے۔

غلط خبر کے ذریعہ ایذا رسانی

اہلحدیث نے میرے مکرم مخدوم سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری

اور ان کے اقربا کی جھوٹی خبر وفات شائع کر کے احمدی قوم کو سخت شرمناک ایذا رسانی کا ارتکاب کیا ہے۔ سید صاحب خدا کے فضل و کرم سے زندہ ہیں۔ میری دانست میں انہیں امرتسری منکر کی خدمت کر کے اپنی زندگی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

نظم

از حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب

درد ہے دل میں مرے یا خار ہے
کیا ہے آخر اس کو کیا آزار ہے ؟

اُف گناہوں کا بڑا انبار ہے
اور میری جان نحیف و زار ہے

جلوۂ جانان و دید یار ہے
خواب میں جو ہے وہی بیدار ہے

اپنی شوکت کا وہاں اظہار ہے
اپنی کمزوری کا یاں اقرار ہے

گو مجھے مدت سے یہ اصرار ہے
منہ دکھانے سے انہیں انکار ہے

کوئی خوش ہے شاد ہے سرشار ہے
کوئی اپنی جان سے بیزار ہے

میرے دل پہ رنج و غم کا بار ہے
ہاں خبر لیجے کہ حالت زار ہے

میرے دشمن کیوں ہوئے جاتے ہیں لوگ
مجھ سے پہنچا ان کو کیا آزار ہے

میری غمخواری سے ہیں سب بے خبر
گو جو ہے میرے درپئے آزار ہے

فکر دیں میں گھل گیا میرا جسم
دل مرا اک کوہ آتش بار ہے

کیا ڈراتے ہیں مجھے خنجر سے وہ
جن کے سر پر کھنچ رہی تلوار ہے

میری کمزوری کو مت دیکھیں کہ میں
جس کا بندہ ہوں بڑی سرکار ہے

بادشاہوں کو غرض پردہ سے کیا
ہم نے کھینچی آپ ہی دیوار ہے

وہ تو بے پردہ ہیں پر آنکھیں ہیں بند
کام آسان ہے مگر دشوار ہے

مسلم یونیورسٹی اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت

(نوشتہ نواب وقار الملک بالقابہ)

دیباچہ

رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ کا ایک مضمون (جو سالہا سال پہلے کا ہے۔ اور جس میں نماز روزہ کے متعلق بھی بحث کی گئی ہے) مسلم یونیورسٹی کے متعلق بطور اسکیم کے جب سے اخباروں میں چھپا ہے۔ متعدد مقامات سے اس کے متعلق خطوط آئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگوں میں اُس سے ایک طرح کی بے چینی محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اسی قسم کا کوئی انتظام مسلم یونیورسٹی میں (جس کی تحریک آجکل پیش ہے) اس غلط فہمی کا رفع کیا جانا نہایت ضروری تھا۔ چنانچہ علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں خاص اس بحث پر ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ جس کو اب پمفلٹ کی صورت میں علیحدہ بھی چھاپ لیا گیا ہے۔ تاکہ جہاں کہیں اس قسم کی بےچینی محسوس ہوئی ہے یا آئندہ ہو۔ تو یہ پمفلٹ وہاں بھیجا جاوے۔

خاکسار
مشتاق حسین
آنریری سکرٹری

حال میں بعض اخبارات نے رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب کی ایک اسکیم متعلقہ مجوزہ مسلم یونیورسٹی شائع کی ہے۔ اور اخبار ملت مورخہ ۲ مارچ ۱۹۱۱ء میں اس کا ترجمہ درج ہوا ہے۔ اس اسکیم میں مسلمانوں کی نماز۔ روزہ کے متعلق جناب ممدوح نے چند ایسے فقرے تحریر فرمائے ہیں۔ جن پر بعض مسلمان اخبارات معترض ہیں۔ اور اندیشہ ہے۔ کہ اس پر کوئی عام غلط فہمی مسلم یونیورسٹی کے مقاصد کی نسبت پیدا نہ ہو جائے۔

رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کے وہ فقرات اخبار ملت سے نقل کر کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

"روزانہ نمازوں میں سے ایک یا دو نمازوں کے باجماعت پڑھنے پر زور دیا جاوے گا۔ اور یہ تعمیل کالج ڈسپلن کے طور پر کرائی جاوے گی۔ مگر ہر نماز سے قبل اخلاقی وعظ سنایا جاوے گا۔ میں روزہ پر بطور کالج ڈسپلن کے زور نہیں دونگا۔ کیونکہ روزہ کے متعلق طلبا کی جسمانی حالت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اور ہندوستان میں نشوونما کی حالت میں کسی لڑکے کو روزہ رکھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیئے۔ مگر ماہ رمضان میں وعظوں کا اہتمام خاص اہتمام کے ساتھ کیا جاوے گا۔"

مذکورہ بالا بیان میں دو باتیں ہیں۔ جن پر مسلمان اعتراض کر سکتے ہیں:۔ (اول) ایک یا دو جماعتوں کے باجماعت پڑھنے پر زور دیا جاوے گا اور یہ تعمیل کالج ڈسپلن کے طور پر کرائی جاوے گی۔ (دوسری) روزہ پر بطور کالج ڈسپلن کے زور نہیں دیا جاوے گا۔

یہ دونوں باتیں ایسی ہیں۔ کہ اگر صاف طور سے اُن کی نسبت بیان نہ کیا جاوے۔ تو پبلک کو اس پر بجا طور سے معترض ہونے کا حق ہے۔ اور جس مقصد کے لئے اس وقت اس قدر جد و جہد ہو رہی ہو رہی ہے۔ اُس کو اس سے سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

رائٹ آنریبل سید صاحب ممدوح کی تحریر بالکل ان کی ذاتی رائے ہے۔ جواب تک ایک قران پہلے موصوف نے ظاہر فرمائی تھی کسی نے اور خود بانی کالج سرسید مرحوم و مغفور نے بھی اس کا خیال نہیں کیا۔ اس وقت کالج قوم کے سامنے ایک چھوٹا سا نمونہ مسلم یونیورسٹی کے انتظامی کا موجود ہے۔ قوم کو صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ کالج میں شروع ہی سے انتظام نماز روزہ کی پابندی کا کیا گیا ہے۔ کالج میں جب تک مسجد تعمیر بھی نہیں ہوئی تھی۔ تو اس وقت بھی نماز کے لئے ایک خاص چبوترہ تھا۔ جہاں پانچوں وقت نماز جماعت سے ادا ہوتی تھی۔ جب بارش و غیرہ کے سبب سے اُس میں تکلیف معلوم ہونے لگی۔ تو جہاں اب اسٹریچی ہال بنا ہے۔ وہاں سالہا سال تک ایک لمبا چھپر ڈال کر نماز باجماعت ادا ہوتی تھی۔ سُنی اور شیعہ دونوں کی جماعتیں چند لمحوں کے فصل سے اُسی ایک چھپر میں ہوتی تھیں۔ جب مسجد بن گئی۔ تو اب پانچوں وقت مسجد میں جماعتیں ہوتی ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں کچھ عرصہ تک یہ انتظامی نقص تھا۔ کہ بعض نمازوں کے وقت طلبہ کی حاضری لکھی جاتی تھی اور بعض وقت نہیں۔ لیکن تجربہ سے چونکہ اس طرز عمل میں خرابی معلوم ہوئی۔ لہذا اب ایک عرصہ دراز گذر کر پانچوں وقت حاضری قلمبند ہونے کا اہتمام اور غیر حاضری پر مواخذہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ منتظمان کالج ایسے طلبہ کو جن پر اور کسی قسم کی تاکید اثر نہ کرتی ہو۔ کالج یا بورڈنگ یا بورڈنگ ہوس سے خارج کرنا میں بھی تامل نہیں کرتے۔ کالج کے قانون میں ابتدا سے جب سے کہ قانون بنا ہے۔ نماز اور روزہ کے متعلق صاف احکام موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو دفعہ ۲۸۱ جو حسب ذیل ہے:۔

"(نماز و روزہ) کل مسلمان بورڈروں کو پنجگانہ نماز کا ادا کرنا اور رمضان میں بجز حالت عذر کے روزوں کا رکھنا اور جن لڑکوں کی نسبت قرآن مجید پڑھنا تجویز ہوا ہو۔ اُن کو وقت معین پر قرآن مجید کا پڑھنا لازم ہوگا۔"

رائٹ آنریبل سید صاحب موصوف خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ یونیورسٹی کا اہم مقصد طالب علم کا کیرکٹر بنانا ہے۔ بیشک اُن کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے اور اس لئے کیرکٹر بنانے کے واسطے جو جو چیزیں لازمی ہیں۔ اُن کو ضرور اختیار کرنا پڑیگا۔ طالب علمی کے زمانہ میں اگر طلبا اتنی تکلیف بھی اپنے اوپر گوارا نہ کریں گے کہ پانچوں وقت نماز جماعت سے ادا کریں۔ تو آئندہ کاروباری دُنیا میں اُن سے کیا کوئی کیا توقع کر سکے گا۔ خدا کے فرائض ادا کرنے کے وقت اگر بندہ کاہل ہے۔ تو وہ اپنے دوسرے فرائض ادا کرنے میں جو قوم اور گورنمنٹ کے اور خود اپنے اُس پر ہوتے ہیں۔ کبھی مستعدی کا اظہار نہیں کر سکتا اور جسقدر ان فرائض کے اہتمام میں کمی رہیگی۔ اُسی قدر طالب علموں کے اسلامی کیرکٹر میں کمی رہجاوے گی۔

پنجگانہ نماز کی عادت بچوں کو اگر شروع ہی میں اُس حد تک نہ پڑ جاوے گی۔ کہ وہ اُن کی طبیعت ثانیہ ہو جاوے۔ (یعنی اگر کسی وقت اُن کی نماز قضا ہو جاوے۔ تو اُن کو اُس کی وجہ سے تکلیف محسوس ہو) تو جوان ہونے کے بعد اُن سے نماز کی پابندی کی امید بہت مشکل ہے۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ ساتھ بلا شبہ اُن کو اسلام کے اخلاق حسنہ کی تعلیم دی جاوے۔ اور اسلام نے جو کچھ مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ اُس کی خوبیاں رفتہ رفتہ عقلی دلائل سے اُن کے

منسوب کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتح اسلام کے صفحہ ۲۰ پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ غرض میرا مطلب اجتماعی نظر سے امام کے ساتھ تعلق شدید پیدا کرنے کی طرف توجہ دلانا تھا اور یہ بتانا ہے کہ

اصلی فلاح کا یہی ذریعہ ہے۔

غلط خبر کے ذریعہ ایذا رسانی

اہلحدیث نے میرے مکرم مخدوم سید مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری اور ان کے اقربا کی جھوٹی خبر وفات شائع کر کے احمدی قوم کو سخت شرمناک ایذا رسانی کا ارتکاب کیا ہے۔ سید صاحب خدا کے فضل و کرم سے زندہ ہیں۔ میری دانست میں انہیں امرتسری منکر کی خدمت کر کے اپنی زندگی کا شکریہ ادا کرنا چاہئیے۔

نظم

از حضرت صاحبزادہ محمود احمد صاحب

درد ہے دل میں مرے یا خار ہے
کیا ہے آخر اس کو کیا آزار ہے؟
اُف گناہوں کا بڑا انبار ہے
اور میری جاں نحیف و زار ہے
جلوۂ جانان و دید یار ہے
خواب میں جو ہے وہی بیدار ہے
اپنی شوکت کا وہاں اظہار ہے
اپنی کمزوری کا یاں اقرار ہے
گو مجھے مدت سے یہ اصرار ہے
منہ دکھانے سے انہیں انکار ہے
کوئی خوش ہے شاد ہے سرشار ہے
کوئی اپنی جان سے بیزار ہے
میرے دل پر رنج و غم کا بار ہے
ہاں خبر لیجے کہ حالت زار ہے
میرے دشمن کیوں ہوئے جاتے ہیں لوگ
مجھ سے پہنچا ان کو کیا آزار ہے
میری غمخواری سے ہیں سب بے خبر
جو ہے میرے درپئے آزار ہے
فکر دیں میں گھل گیا میرا جسم
دل میرا اک کوہ آتش بار ہے
کیا ڈراتے ہیں مجھے خنجر سے وہ
جن کے سر پر کھنچ رہی تلوار ہے
میری کمزوری کو مت دیکھیں کہ میں
جس کا بندہ ہوں بڑی سرکار ہے
بادشاہوں کو غرض پردہ سے کیا
ہم نے کھینچی آپ ہی دیوار ہے
وہ تو بے پردہ ہیں پر آنکھیں ہیں بند
کام آسان ہے مگر دشوار ہے

مُسلم یونیورسٹی اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت

(نوشتہ نواب وقار الملک بالقابہ)

دیباچہ

رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ کا ایک مضمون (جو سالہا سال پہلے کا ہے۔ اور جس میں نماز روزہ کے متعلق بھی بحث کی گئی ہے) مسلم یونیورسٹی کے متعلق بطور اسکیم کے جب اخباروں میں چھپا ہے۔ متعدد مقامات سے اس کے متعلق خطوط آئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگوں میں اُس سے ایک طرح کی بے چینی محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اسی قسم کا کوئی انتظام مسلم یونیورسٹی میں (جس کی تحریک آجکل پیش ہے) اس غلط فہمی کا رفع کیا جانا نہائت ضروری تھا۔ چنانچہ علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں خاص اس بحث پر ایک مضمون لکھا گیا ہے۔ جس کو اب پمفلٹ کی صورت میں علیحدہ بھی چھاپ لیا گیا ہے۔ تاکہ جہاں کہیں اس قسم کی بے چینی محسوس ہوئی ہے یا آئندہ ہو۔ تو یہ پمفلٹ وہاں بھیجا جاوے۔

خاکسار
مشتاق حسین
آنریری سکرٹری

حال میں بعض اخبارات نے رائٹ آنریبل مسٹر سید امیر علی صاحب کی ایک اسکیم متعلقہ مجوزہ مسلم یونیورسٹی شائع کی ہے۔ اور اخبار ملت مورخہ ۲ مارچ ۱۹۱۱ء میں اس کا ترجمہ درج ہوا ہے۔ اس اسکیم میں مسلمانوں کی نماز۔ روزہ کے متعلق جناب ممدوح نے چند ایسے فقرے تحریر فرمائے ہیں۔ جن پر بعض مسلمان اخبارات معترض ہیں۔ اور اندیشہ ہے۔ کہ اُس پر کوئی عام غلط فہمی مسلم یونیورسٹی کے مقاصد کی نسبت پیدا نہ ہو جاوے۔

رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کے وہ فقرات اخبار ملت سے نقل کر کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

"روزانہ نمازوں میں سے ایک یا دو نمازوں کے باجماعت پڑھنے پر زور دیا جاوے گا۔ اور یہ تعمیل کالج ڈسپلن کے طور پر کرائی جاوے گی۔ مگر ہر نماز سے قبل اخلاقی وعظ سُنایا جاوے گا۔ میں روزہ پر بطور کالج ڈسپلن کے زور نہیں دونگا۔ کیونکہ روزہ کے متعلق طلبا کی جسمانی حالت کا خیال رکھنا نہائت ضروری ہے۔ اور ہندوستان میں نشو و نما کی حالت میں کسی لڑکے کو روزہ رکھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہئیے۔ مگر ماہ رمضان میں وعظوں کا اہتمام خاص اہتمام کے ساتھ کیا جاوے گا۔"

مذکورہ بالا بیان میں دو باتیں ہیں۔ جن پر مسلمان اعتراض کر سکتے ہیں:۔ (اول) ایک یا دو نمازوں کے باجماعت پڑھنے پر زور دیا جاوے گا اور یہ تعمیل کالج ڈسپلن کے طور پر کرائی جاوے گی۔ (دوسری) روزہ پر بطور کالج ڈسپلن کے زور نہیں دیا جاوے گا۔

یہ دونوں باتیں ایسی ہیں۔ کہ اگر صاف طور سے اُن کی نسبت بیان نہ کیا جاوے۔ تو پبلک کو اُس پر بجا طور سے معترض ہونے کا حق ہے۔ اور جس مقصد کے لئے اس وقت اس قدر جد و جہد ہو رہی ہو رہی ہے۔ اُس کو اس سے سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

رائٹ آنریبل سید صاحب ممدوح کی تحریر بالکل ان کی ذاتی رائے ہے۔ جواب سے ایک قرن پہلے موصوف نے ظاہر فرمائی تھی۔ کسی نے اور خود بانی کالج سرسید مرحوم و مغفور نے بھی اس کا خیال نہیں کیا۔ اس وقت کالج قوم کے سامنے ایک چھوٹا سا نمونہ مسلم یونیورسٹی کے انتظامی کا موجود ہے۔ قوم کو صرف یہ دیکھنا چاہئیے کہ اُس میں شروع ہی سے انتظام نماز روزہ کی پابندی کا کیا گیا ہے۔ کالج میں جب تک مسجد تعمیر بھی نہیں ہوئی تھی۔ تو اُس وقت بھی نماز کے لئے ایک خاص چبوترہ تھا۔ جہاں پانچوں وقت نماز جماعت سے ادا ہوتی تھی۔ جب بارش وغیرہ کے سبب سے اُس میں تکلیف معلوم ہونے لگی۔ تو جہاں اب اسٹریچی ہال بنا ہے۔ وہاں سالہا سال تک ایک لمبا چھپر ڈال کر نماز باجماعت ادا ہوتی تھی۔ سُنّی اور شیعہ دونوں کی جماعتیں چند لمحوں کے فصل سے اُسی ایک چھپر میں ہوتی تھیں۔ جب مسجد بن گئی۔ تو اب پانچوں وقت مسجد میں جماعتیں ہوتی ہیں۔ گذشتہ زمانہ میں کچھ عرصہ تک یہ انتظامی نقص تھا۔ کہ بعض نمازوں کے وقت طلبا کی حاضری لکھی جاتی تھی اور بعض وقت نہیں۔ لیکن تجربہ سے چونکہ اس طرز عمل میں خرابی معلوم ہوئی۔ لہذا اب ایک عرصہ دراز گذر گیا کہ پانچوں وقت حاضری قلمبند ہونے کا اہتمام اور غیر حاضری پر مواخذہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ منتظمان کالج ایسے طلبہ کو جن پر اور کسی قسم کی تاکید اثر نہ کرتی ہو۔ کالج یا بورڈنگ یا بورڈنگ ہوس سے خارج کرنے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ کالج کے قانون میں ابتدا سے جب سے کہ قانون بنا ہے۔ نماز اور روزہ کے متعلق صاف احکام موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو دفعہ ۲۸۱ جو حسب ذیل ہے:۔

"(نماز و روزہ) کل مسلمان بورڈروں کو پنجگانہ نماز کا ادا کرنا اور رمضان میں بجز حالت عذر کے روزوں کا رکھنا اور جن لڑکوں کے لئے قرآن مجید پڑھنا تجویز ہوا ہو۔ اُن کو وقت معین پر لازم ہوگا۔"

رائٹ آنریبل سید صاحب موصوف خود تسلیم فرماتے ہیں کہ یونیورسٹی کا اہم مقصد طالب علم کا کیرکٹر بنانا ہے۔ بیشک یہ ارشاد بالکل بجا ہے اور اس لئے کیرکٹر بنانے کے واسطے جو جو چیزیں لازمی ہیں۔ اُن کو ضرور اختیار کرنا پڑیگا۔ طالب علمی کے زمانہ میں اگر طلبا اتنی تکلیف بھی اپنے اوپر گوارا نہ کریں گے کہ پانچوں وقت نماز جماعت سے ادا کریں۔ تو آئندہ کاروباری دُنیا میں اُن سے کیا کوئی کیا توقع کر سکے گا۔ خدا کے فرائض ادا کرنے کے وقت اگر بندہ کاہل ہے۔ تو وہ اپنے دوسرے فرائض ادا کرنے میں جو قوم اور گورنمنٹ کے اور خود اپنے اُس پر ہوتے ہیں۔ کبھی مستعدی کا اظہار نہیں کر سکتا اور جسقدر ان فرائض کے اہتمام میں کمی رہیگی۔ اُسی قدر طالب علموں کے اسلامی کیرکٹر میں کمی رہجاوے گی۔

پنجگانہ نماز کی عادت بچوں کو اگر شروع ہی میں اُس حد تک نہ پڑ جاوے گی۔ کہ وہ اُن کی طبیعت ثانیہ ہو جاوے۔ (یعنی اگر کسی وقت اُن کی نماز قضا ہو جاوے۔ تو اُن کو اُس کی وجہ سے تکلیف محسوس ہو) تو جوان ہونے کے بعد اُن سے نماز کی پابندی کی امید بہت مشکل ہے۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ ساتھ بلاشبہ اُن کو اسلام کے اخلاق حسنہ کی تعلیم دی جاوے۔ اور اسلام نے جو کچھ مسلمانوں پر فرض کیا ہے۔ اُس کی خوبیاں رفتہ رفتہ عقلی دلائل سے اُن کے

ذہن نشین کی جاتی رہیں تا کہ جو کچھ وہ بطور عادت کے ادا کرتے ہیں اُس کی عظمت شروع ہی سے اُن کے دل میں اُتر جاوے۔

روزہ کی نسبت جو کچھ جناب ممدوح نے لکھا ہے۔ اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض ہے جو نماز کے متعلق موصوف نے تحریر فرمایا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

روزہ کے متعلق طلباء کی جسمانی حالت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے اور ہندوستان میں نشوونما کی حالت میں کسی لڑکے کو روزہ رکھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کے متعلق اگر مجھ کو موقع ملتا۔ تو میں جناب ممدوح کی خدمت میں عرض کرتا۔ کہ ہندوستان کے مختلف اقطاع میں مختلف موسم رہتے ہیں۔ یہاں یورپ کا بھی موسم ہے اور افریقہ کے ریگستانی قطعات کا بھی۔ جناب عالی کون سے قطعات ہندوستان میں روزہ کو مضر صحت تجویز فرماتے ہیں۔ اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے کن کن بلاد میں اُس کو مضر اور کن کن بلاد میں غیر مضر خیال فرماتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مزید غور و فکر کے بعد شائد کوئی ملک بھی اور ہندوستان کا کوئی قطعہ بھی ایسا متحقق نہ ہوگا۔ جہاں جناب ممدوح کے نزدیک روزہ مضر صحت نہ سمجھا جاوے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہندوستان غریب کو کیوں بدنام کیا جاوے۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ جن حضرات پر خود روزہ شاق ہے وہ نہ اپنی اولاد کو کبھی اس تکلیف میں مبتلا کرنا پسند کرتے ہیں نہ دوسروں کی اولاد کو۔ ہم دور ہی سے اس قسم کی ہمدردیوں کے جواب میں "تو ہتنکس" عرض کرتے ہیں۔ اور اُن سے معافی چاہتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اس مسئلہ پر بھی جناب رائٹ آنریبل ممدوح نے کافی طور پر غور نہیں فرمایا۔ اور ناحق مسلمانوں کو پریشان اور اسلام کو بدنام کیا ہے۔ آج وہ زمانہ ہے۔ جبکہ یورپ کے محقق بڑے بڑے نامی فلاسفر مسلمانوں کے روزہ کو سراسر عین حکمت اور مفید صحت سمجھتے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ کوئی بیمار ہے۔ یا دوسرا کوئی عذر شرعی موجود ہے۔ تو اس پر خود بخود شریعت نے روزہ فرض نہیں رکھا ہے۔ پھر جناب ممدوح (جو ہندوستان سے بخوبی واقف ہیں) کیا یہ فرما سکتے ہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی دوسری اُن ہمسایہ قوموں سے جو روزہ نہیں رکھتے جسمانی قوت میں کم ہیں؟ یا ترک سپاہی یا افغان سپاہی اپنے ہمسایوں سے کمزور ہیں۔ برخلاف اس کے واقعہ یہ ہے۔ کہ ان قوموں کی فوجیں جو روزہ رکھنے کی خوگر ہیں غیر روزہ دار قوموں کی فوجوں کے مقابلہ میں میدان جنگ میں بہت زیادہ محنت اور مشقت برداشت کر سکتی ہیں۔ روزہ کے خوگر بھوک اور پیاس میں بھی اپنے فرائض اس خوبی سے ادا کرتے ہیں۔ کہ غیر روزہ دار اس کے نصف مشقت بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ رائٹ آنریبل ممدوح جنگ کریمیا کے اس تاریخی واقعہ سے ناواقف نہیں ہیں۔ کہ جب ترکوں کی فوج کو ایک موقع پر کئی دن تک رسد نہ پہنچ سکی۔ اور انگریزی فوج کے ہمدرد جرنیل نے مہربانی سے ایک گلہ سوروں کا ترکوں کے فوجی افسر کے پاس بھیجدیا اور اُنہوں نے اُس کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ یہ کیا بات تھی۔ وہی اُن کا اسلامی کیرکٹر تھا۔ اور یہ روزہ رکھنے کی عادت کے سبب تھا۔ کہ ترک سپاہیوں نے ایسے گوشت کے کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ تھا سچا اسلامی کیرکٹر اور مسلمانوں کو ایسے ہی کیرکٹر کی ضرورت ہے۔ مگر یہ کیرکٹر اسی وقت بن سکتا ہے۔ جب ابتدا ہی سے مسلمان نوجوان اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کے خوگر ہوں گے۔ اگر قوم کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ اُن کے کالج میں وہ شرع جاری ہے۔ جو اُس کو خدا اور رسول کی طرف سے ملی ہے۔ نہ زید۔ عمرو بکر کی شرع۔ جن لوگوں کو اس سے زیادہ اطمینان حاصل کرنا منظور ہو۔ ان سے میں بہ منت درخواست کروں گا۔ کہ وہ کالج میں تشریف لاویں اور دیکھیں کہ اُن کے کالج میں نماز کے ساتھ روزہ کا بھی کس قدر اہتمام ہوتا ہے۔

کیسے چھوٹے چھوٹے بچے (سوائے کسی عذر شرعی کے) کس طرح نہایت خوش خوش اور خندہ پیشانی سے روزہ رکھتے ہیں اور افطار کے وقت اُن کو کیسی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اور دن بھر کی طالب علمانہ محنت اور روزہ کی مشقت برداشت کرنے کے بعد کس شوق سے وہ تراویح سننے کے لئے جماعت میں شریک ہوتے ہیں اب تمام اُن بورڈنگ ہوسوں میں جو مسجد سے فاصلہ پر ہیں۔ خاص کمرے نماز کے واسطے مخصوص ہیں جہاں موذن اور امام دونوں مقرر ہیں۔ اور ہر ایک جگہ تراویح کا انتظام ہوتا ہے۔ اکثر جگہ خود وہ طالب علم جو حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ قرآن شریف سناتے ہیں۔ اور ختم قرآن شریف کی شب کو جو چہل پہل کہ کالج میں دیکھنے میں آئے گی۔ ایسا نظارہ شائد کسی اور جگہ کم دیکھنے میں آئیگا۔ دینیات اہل سنت والجماعت وشیعہ اثنا عشریہ کی کمیٹیوں کے قواعد جہاں کالج کے قانون میں بیان ہوئے ہیں۔ وہاں دفعہ ۷۸ کے ضمن ہائے ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ملاحظ ہیں:۔

"(د) اس بات کی نگرانی کرنا کہ بورڈنگ ہوس کے تمام طالب علم اپنے اپنے مذہب کے مطابق نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں یا نہیں"

(ہ) سُنی کمیٹی کے ممبروں کو بالتخصیص سُنی طالب علموں کی نسبت اس بات کی کوشش کرنا اور اُس کے لئے ضروری سامان کا مہیا کرنا کہ وہ سب نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کریں"

(نوٹ) شیعہ طلباء کے واسطے بھی جب سے پیش نماز عالم کا تقرر ہو گیا ہے۔ وہ بھی جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس انتظام کو بھی ایک عرصہ دراز ہو چکا ہے۔

"(و) اسی کمیٹی کے ممبروں کو رمضان شریف میں سُنی بورڈروں کے لئے نماز و تراویح کے ادا کرنے کا انتظام کرنا"

چند روز ہوئے کہ ایک مسلمان صاحب نے کالج کے اسکول میں اپنے ایک کمسن لڑکے کو بھیجنا چاہا۔ اور یہ فرمائش کی کہ مذہبی تعلیم اور نماز روزہ وغیرہ کی اُس پر کوئی تاکید نہ ہو۔ کالج کے منتظموں نے اُس لڑکے کے داخل کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔

ممکن ہے کہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کے ہمخیال کچھ اور لوگ بھی ہوں۔ یا زمانہ آئندہ ایسے مسلمان ہوں جو سرے سے نماز روزے کو جزو ایمان نہ سمجھیں۔ لیکن جب تک مسلمانوں میں غالب تعداد اُن لوگوں کی موجود ہے (اور خدا چاہے تو وہ قیام قیامت تک موجود رہیگی) جو نماز اور روزہ کو اسی طرح ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جس طرح کہ خدا اور اس کے رسول نے اُن پر فرض کیا ہے۔ اُس وقت کسی ایک کی بھی انشاء اللہ تعالیٰ پیش نہ چلے گی۔

پس مسلمانوں کو خود اپنے اوپر بھروسہ کرنا چاہیئے اور زید عمرو بکر کی رائیوں سے کوئی خوف نہ کرنا چاہیئے۔

بے شبہ قوم کے لیڈروں کو یہ حق ہے۔ اور اُن کا فرض ہے کہ اگر وہ قوم کو کسی غلط راستہ پر جاتا ہوا دیکھیں تو حتی الامکان اس سے قوم کو روکیں۔ لیکن اس فرض کے ادا کرتے وقت اُن پر کچھ پابندیاں بھی ہوتی ہیں۔ انہیں پابندیوں میں سے ایک اہم پابندی یہ بھی ہے۔ کہ اگر وہ اپنے آپ کو ایک مذہب میں شمار کرتے ہیں۔ تو ایسی کوئی ہدائت نہ کریں۔ جو قوم کے دین و مذہب کے خلاف ہوں اور جس سے قوم کے مذہبی کیرکٹر میں فرق آتا ہو۔ ہمارا تو دعوی یہ ہے کہ دُنیا میں جسقدر خوبیاں ہو سکتی ہیں۔ وہ سب مذہب اسلام میں بدرجہا تم موجود ہیں۔ اور اسلام کا ایک خادم اپنی ذات اور دوسرے تمام بنی نوع انسان کے واسطے ایک رحمت ہے۔

مسلمان پبلک پورے اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہے اور اسی طرح اسے مصروف رہنا چاہیئے۔ ہر مذہب کے علما اور مشائخ نے جا بجا اپنا پورا اطمینان ظاہر کیا ہے۔ اور اپنے پیرؤوں کو ترغیب دلائی ہے۔ کہ وہ مسلم یونیورسٹی کی تکمیل کے کام میں دامے۔ درمے۔ قدمے۔ قلمے۔ مدد دیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا بھی میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ عالی جناب رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب نے جس قدر خدمات قوم کی فرمائی ہیں۔ اور جس قدر دلیری سے ہمیشہ اسلامی پالٹیکس میں حصہ لیا ہے۔ اور خصوصاً جو کامیابی جناب ممدوح اور ہز ہائی نس سر آغا خان بہادر بالقابہ کی مساعی جمیلہ کی بدولت جدید پولٹیکل رفارم میں ہندوستان کے مسلمانوں کو ہوئی ہے۔ اور جو توجہ جناب ممدوح نے مسلمانوں کے مسئلہ وقف علی الاولاد پر مبذول رکھی ہے۔ یہ تمام وہ امور ہیں جن کو اُن کے ہموطن ہمیشہ احسانمندی اور شکر گذاری سے یاد رکھیں گے

ایک اعجازی نشان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پس از شرح آرزوے ملاقات آنجناب خواطر مبارک میدارد۔ اینکہ بتاریخ ۱۲ ر اپریل ۱۹۱۱ء یوم چہار شنبہ ارباب فیض اللہ خان منیجر انجمن تجارت الاسلام برائے ملاقات نزد بندہ آمدہ بود و در بین ملاقات ذکر حضرت مسیح موعود پیش آمد و ارباب صاحب موصوف نہایت سخن ہائے ناجائز در باب حضرت اقدس بیان نمود چونکہ من از جملہ کمترین فدویان آنحضرت میباشم نہایت طبیعتم بہم خورد و در دلم یک جوش پیدا شد اگلی نجو اطرم آمد کہ در حق ارباب مذکور دعاء موت بکنم باز گفتم کہ اگر ایں شخص بمیرد ہیں سخت تنزل بہ انجمن تجارت الاسلام پدید خواہد آمد و چونکہ من پریزیڈنٹ انجمن ہستم برائے من نیز تکلیف خواہد شد۔ لہذا دعا موت نکردم و بعد ازاں دست بر داشتم و بجوش دل دعا کردم کہ خداوندا اگر حق بجانب جماعت احمدی ہست و حضرت مرزا صاحب واقعی مسیح موعود است پس ارباب فیض اللہ را در عرصہ سہ یوم نہایت سخت بیمار بکن و اگر جماعت احمدی برحق نیست و راہ غلط اختیار نمودہ اند۔ پس اے باری تعالیٰ خود من را نہایت بہ خطرناک بیماری گرفتار بکن۔ در ہمیں عرصہ سہ یوم حق و باطل را ظاہر بکن و بعد از دعا بسیار مخالفین را از دعا خود اطلاع دادم کہ ایشان بطور شاہد باشند و جملہ اہل بیت خود را نیز شاہد ساختم و جملہ اہل بیت من سخت مخالف سلسلہ احمدی ہستند ازیں جہت ایشاں را از دعا خود خبر دادم کہ شائد خدا ایشاں را ہدائت فرمایند آمین۔ پس الحال قدرت ایزدی را ملاحظہ فرمایند کہ صبح یوم جمعہ

[illegible] کی جاتی رہیں تاکہ جو کچھ وہ بطور عادت کے ادا کرتے ہیں اُس کی عظمت شروع ہی سے اُن کے دل میں اُتر جاوے۔

روزہ کی نسبت جو کچھ جناب ممدوح نے لکھا ہے۔ اس سے بھی زیادہ قابل اعتراض ہے جو نماز کے متعلق موصوف نے تحریر فرمایا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

روزہ کے متعلق طلباء کی جسمانی حالت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے اور ہندوستان میں نشو و نما کی حالت میں کسی لڑکے کو روزہ رکھنے پر مجبور نہیں کرنا چاہیئے" اس کے متعلق اگر مجھ کو موقع ملتا۔ تو میں جناب ممدوح کی خدمت میں عرض کرتا۔ کہ ہندوستان کے مختلف اقطاع میں مختلف موسم رہتے ہیں۔ یہاں یورپ کا بھی موسم ہے اور افریقہ کے ریگستانی قطعات کا بھی۔ جناب عالی کون سے قطعات ہندوستان میں روزہ کو مضر صحت تجویز فرماتے ہیں۔ اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے کن کن بلاد میں اُس کو مضر اور کن کن بلاد میں غیر مضر خیال فرماتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مزید غور و فکر کے بعد شاید کوئی ملک بھی اور ہندوستان کا کوئی قطعہ بھی ایسا متحقق نہ ہوگا۔ جہاں جناب ممدوح کے نزدیک روزہ مضر صحت نہ سمجھا جاوے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ ہندوستان غریب کو کیوں بدنام کیا جاوے۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ جن حضرات پر خود روزہ شاق ہے وہ اپنی اولاد کو بھی اس تکلیف میں مبتلا کرنا پسند کرتے ہیں نہ دوسروں کی اولاد کو۔ ہم دور ہی سے اس قسم کی ہمدردیوں کے جواب میں "نو تھنکس" عرض کرتے ہیں۔ اور اُن سے معافی چاہتے ہیں۔

اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اس مسئلہ پر بھی جناب رائٹ آنریبل ممدوح نے کافی طور پر غور نہیں فرمایا۔ اور ناحق مسلمانوں کو پریشان اور اسلام کو بدنام کیا ہے۔ آج وہ زمانہ ہے۔ جبکہ یورپ کے محقق [illegible] بڑے بڑے نامی فلاسفر مسلمانوں کے روزہ کو سراسر عین حکمت [illegible] سمجھتے ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ کوئی بیمار ہے۔ یا دوسرا کوئی [illegible] وجہ ہے۔ تو اس پر خود شریعت نے روزہ فرض نہیں کیا ہے۔ [illegible] ممدوح (جو ہندوستان سے بخوبی واقف ہیں) کیا یہ فرما [illegible] ہیں۔ کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی دوسری اُن ہمسایہ قوموں سے جو روزہ نہیں رکھتے جسمانی قوت میں کم ہیں؟ یا ترک سپاہی یا افغان سپاہی اپنے ہمسایوں سے کمزور ہیں۔ برخلاف اس کے واقعہ یہ ہے۔ کہ ان قوموں کی فوجیں جو روزہ رکھنے کی خوگر ہیں غیر روزہ دار قوموں کی فوجوں کے مقابلہ میں میدان جنگ میں بہت زیادہ محنت اور مشقت برداشت کر سکتی ہیں۔ روزہ کے خوگر بھوک اور پیاس میں بھی اپنے فرائض اس خوبی سے ادا کرتے ہیں۔ کہ غیر روزہ دار اس کے نصف مشقت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ رائٹ آنریبل ممدوح جنگ کریمیا کے اس تاریخی واقعہ سے ناواقف نہیں ہیں۔ کہ جب ترکوں کی فوج کو ایک موقع پر کئی دن تک رسد نہ پہنچ سکی۔ اور انگریزی فوج کے ہمدرد جرنیل نے مہربانی سے ایک گلہ سوروں کا ترکوں کے فوجی افسر کے پاس بھیجدیا اور انہوں نے اُس کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ یہ کیا بات تھی۔ وہی اُن کا اسلامی کیرکٹر تھا۔ اور یہ روزہ رکھنے کی عادت کے سبب سے تھا۔ کہ ترک سپاہیوں نے ایسے گوشت کے کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ یہ تھا سچا اسلامی کیرکٹر اور مسلمانوں کو ایسے ہی کیرکٹر کی ضرورت ہے۔ مگر یہ کیرکٹر اسی وقت بن سکتا ہے۔ جب ابتدا ہی سے مسلمان نوجوان اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کے خوگر ہوں گے۔ مگر قوم کو اطمینان رکھنا چاہیئے کہ اُن کے کالج میں وہ شرع جاری ہے۔ جو اُس کو خدا اور رسول کی طرف سے ملی ہے۔ نہ زید۔ عمرو بکر کی شرع۔ جن لوگوں کو اس سے زیادہ اطمینان حاصل کرنا منظور ہو۔ ان سے میں بہ منت درخواست کروں گا۔ کہ وہ کالج میں تشریف لاویں اور دیکھیں کہ اُن کے کالج میں نماز کے ساتھ روزہ کا بھی کس قدر اہتمام ہوتا ہے۔

کیسے چھوٹے چھوٹے بچے (سوائے کسی عذر شرعی کے) کس طرح نہایت خوش خوش اور خندہ پیشانی سے روزہ رکھتے ہیں اور افطار کے وقت اُن کو کیسی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اور دن بھر کی طالب علمانہ محنت اور روزہ کی مشقت برداشت کرنے کے بعد کس شوق سے وہ تراویح سُننے کے لئے جماعت میں شریک ہوتے ہیں اب تمام اُن بورڈنگ ہوسوں میں جو مسجد سے فاصلہ پر ہیں۔ خاص کمرے نماز کے واسطے مخصوص ہیں جہاں موذن اور امام دونوں مقرر ہیں۔ اور ہر ایک جگہ تراویح کا انتظام ہوتا ہے۔ اکثر جگہ خود وہ طالب علم جو حافظ قرآن ہوتے ہیں۔ قرآن شریف سُناتے ہیں۔ اور ختم قرآن شریف کی شب کو جو چہل پہل کہ کالج میں دیکھنے میں آوے گی۔ ایسا نظارہ شاید کسی اور جگہ کم دیکھنے میں آئیگا۔ دینیات اہل سنت والجماعت و شیعہ اثنا عشریہ کی کمیٹیوں کے قواعد جہاں کالج کے قانون میں بیان ہوئے ہیں۔ وہاں دفعہ ۶ کے ضمن ہائے ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ملاحظہ ہیں:۔

"(د) اس بات کی نگرانی کرنا کہ بورڈنگ ہوس کے تمام طالب علم اپنے اپنے مذہب کے مطابق نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں یا نہیں"

(ھ) سُنی کمیٹی کے ممبروں کو بالتخصیص سُنی طالب علموں کی نسبت اس بات کی کوشش کرنا اور اس کے لئے ضروری سامان کا مہیا کرنا کہ وہ سب نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کریں"

(نوٹ) شیعہ طلباء کے واسطے بھی جب سے پیش نماز عالم کا تقرر ہو گیا ہے۔ وہ بھی جماعت سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس انتظام کو بھی ایک عرصہ دراز ہو چکا ہے۔

"(ر) اسی کمیٹی کے ممبروں کو رمضان شریف میں سُنی بورڈروں کے لئے نماز و تراویح کے ادا کرنے کا انتظام کرنا"

چند روز ہوئے کہ ایک مسلمان صاحب نے کالج کے اسکول میں اپنے ایک کمسن لڑکے کو بھیجنا چاہا۔ اور یہ فرمائش کی کہ مذہبی تعلیم اور نماز روزہ وغیرہ کی اُس پر کوئی تاکید نہ ہو۔ کالج کے منتظموں نے اس لڑکے کے داخل کرنے سے قطعی انکار کر دیا۔

ممکن ہے کہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کے ہم خیال کچھ اور لوگ بھی ہوں۔ یا زمانہ آئندہ ایسے مسلمان جو سرے سے نماز روزے کو جزو ایمان نہ سمجھیں۔ لیکن جب تک مسلمانوں میں غالب تعداد اُن لوگوں کی موجود ہے (اور خدا چاہے تو وہ قیامت تک موجود رہیگی) جو نماز اور روزہ کو اسی طرح ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جس طرح کہ خدا اور اس کے رسول نے اُن پر فرض کیا ہے۔ اُس وقت کسی ایک کی بھی انشاء اللہ تعالیٰ پیش نہ چلے گی۔

پس مسلمانوں کو خود اپنے اوپر بھروسہ کرنا چاہیئے اور زید عمرو بکر کی رایوں سے کوئی خوف نہ کرنا چاہیئے۔

بے شبہ قوم کے لیڈروں کو یہ حق ہے۔ اور اُن کا فرض ہے کہ اگر وہ قوم کو کسی غلط راستہ پر جاتا ہوا دیکھیں۔ تو حتی الامکان اس سے قوم کو روکیں۔ لیکن اس فرض کے ادا کرتے وقت اُن پر کچھ پابندیاں بھی ہوتی ہیں۔ انہیں پابندیوں میں سے ایک اہم پابندی یہ بھی ہے۔ کہ اگر وہ اپنے آپ کو ایک مذہب میں شمار کرتے ہیں۔ تو ایسی کوئی ہدایت نہ کریں۔ جو قوم کے دین و مذہب کے خلاف ہوں اور جس سے قوم کے مذہبی کیرکٹر میں فرق آتا ہو۔ ہمارا تو دعوی یہ ہے کہ دُنیا میں جسقدر خوبیاں ہو سکتی ہیں۔ وہ سب مذہب اسلام میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اور اسلام کا ایک خادم اپنی ذات اور دوسرے تمام بنی نوع انسان کے واسطے آیہ رحمت ہے۔

مسلمان پبلک پورے اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہے اور اسی طرح اسے مصروف رہنا چاہیئے۔ ہر مذہب کے علماء اور مشائخ نے جا بجا اپنا پورا اطمینان ظاہر کیا ہے۔ اور اپنے پیرؤوں کو ترغیب دلائی ہے۔ کہ وہ مسلم یونیورسٹی کی تکمیل کے کام میں دامے۔ درمے۔ قدمے۔ قلمے۔ مدد دیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا بھی میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ عالی جناب رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب نے جس قدر خدمات قوم کی فرمائی ہیں۔ اور جس قدر دلیری سے ہمیشہ اسلامی پالٹکس میں حصہ لیا ہے۔ اور خصوصاً جو کامیابی جناب ممدوح اور ہز ہائی نس سر آغا خان بہادر بالقابہ کی مساعی جمیلہ کی بدولت جدید پولٹیکل رفارم میں ہندوستان کے مسلمانوں کو ہوئی ہے۔ اور جو توجہ جناب ممدوح نے مسلمانوں کے مسئلہ وقف علی الاولاد پر مبذول رکھی ہے۔ یہ تمام وہ امور ہیں جن کو اُن کے ہموطن ہمیشہ احسانمندی اور شکر گزاری سے یاد رکھیں گے۔

ایک اعجازی نشان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ پس از شرح آرزوے ملاقات انیح خواطر مبارک میدارد۔ اینکہ بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۹۱۱ء یوم چہار شنبہ ارباب فیض اللہ خان منیجر انجمن تجارت الاسلام برائے ملاقات نزد بندہ آمدہ بود و در بین ملاقات ذکر حضرت مسیح موعود پیش آمد و ارباب صاحب موصوف نہائت سخن ہائے ناجائز در باب حضرت اقدس بیان نمود چونکہ من باز جملہ کمترین فدویان آں حضرت میباشم۔ نہائت طبیعتم بہ جوش درد ودلم پیش بیاشد اگلی بخواطرم آمد کہ در حق ارباب مذکور دعاء موت بکنم باز گفتم کہ اگر ایں شخص میرد پس سخت تنزل بہ انجمن تجارت الاسلام پدید خواہد آمد و چونکہ من پریذیڈنٹ انجمن ہستم برائے من نیز تکلیف خواہد شد۔ لہذا دعاء موت نکردم و بعد ازاں دست برداشتم و بجوش دل دعا کردم کہ خداوندا اگر حق بجانب جماعت احمدی ہست و حضرت میرزا صاحب واقعی مسیح موعود است پس ارباب فیض اللہ را در عرصہ سہ یوم نہائت سخت بیمار بکن و اگر جماعت احمدی برحق نیست و راہ غلط اختیار نمودہ اند۔ پس اے باری تعالیٰ خود من را نہائت بہ خطرناک بیماری گرفتار بکن۔ در ہمیں عرصہ سہ یوم حق و باطل را ظاہر بکن۔ و بعد از دعا بسیار مخالفین را از دعا خود اطلاع دادم کہ ایشان بطور شاہد باشند و جملہ اہل بیت خود را نیز شاہد ساختم و جملہ اہل بیت من سخت مخالف سلسلہ احمدی ہستند ازیں جہت ایشان را از دعا خود خبر دادم کہ شاید خدا ایشاں را ہدائت فرماید آمین۔ پس الحال قدرت ایزدی را ملاحظہ فرمایند کہ عین یوم جمعہ

قرآن مجید کا نیا اُردو ترجمہ مسمی بہ فتح الحمید

قرآن مجید کے اس وقت تک جتنے ترجمے ہوئے ہیں وہ سب ایسے ہیں کہ بعض سے تو عوام بخوبی مستفید نہ ہو سکتے تھے اور بعض خواص کے نزدیک صحیح اور معتبر نہیں مانے جاتے تھے۔ کیا فتح الحمید البتہ ترجمہ ہے جسکے صحیح اور مستند اور بامحاورہ اور عوام فہم اور لطیف اور معنے خیز اور دلاویز ہونے پر تمام اہل علم و فہم کا اتفاق ہے۔ اسی وجہ ملک میں نہایت مقبول ہوا ہے اور کیا خاص اور کیا عوام سب نے اس کو پسند کیا ہے۔ ہم ان تمام تحریروں سے جو اس ترجمہ کے متعلق لکھی گئی ہیں قطع نظر کر کے صرف جناب مولوی محمد علی صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کے اس فقرہ پر اکتفا کرتے ہیں جو انہوں نے اس ترجمہ پر ایک طویل ریویو لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ میں نے جہانتک اس ترجمہ کو پڑھا ہے میں دوسرے ترجموں پر اسے ترجیح دیتا ہوں۔ اس فقرہ میں فتح الحمید کا گویا تمام موجودہ تراجم سے مقابلہ ہے اور اس کو ان سب سے بہتر مانا گیا ہے۔ جس ترجمے کی نسبت بالاتفاق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ لاجواب ہے ظاہر ہے کہ اس میں وہ خوبیاں ہیں۔ جو خدا کے پاک کلام میں ہونی چاہئیں۔ جو خوبیاں اس ترجمہ میں ہیں وہ ہر ایک اہل نظر کے دیکھنے کے لائق ہیں۔ عشاق کلام ربانی کو یہ ترجمہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ ہدیہ بلا جلد تین روپیہ محصول ڈاک علاوہ۔ بہ نشان ذیل طلب کیجئے

نذیر محمد خان شہجہانپوری کوٹ نجیبی (پنجاب)

اشتہار نور الابصار

بوگند گفتن کہ زر مغربی است
چہ حاجت محک خود بگوید کہ جست

اس لئے مختصر عرض ہے کہ میرے پاس اصلی ممیرا اصلی کا سرمہ عجیب موجود ہے جس صاحب کو ضرورت ہو ایک دفعہ منگا کر آزما دیکھے۔

ممیرا قسم اول قیمت فی تولہ دس روپیہ عہ

ممیرا قسم دوم قیمت فی تولہ پانچ روپیہ (صہ)

سرمہ ممیرا قسم سوم فی تولہ چار روپیہ

غربا کیلئے خاص رعایت ہوگی

المشتہر ازدانہ۔ مانسہرہ ضلع ہزارہ

فہرست کتب موجودہ دفتر الحکم

نماز پر تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر خط۔ حضرت مسیح موعود نے نماز کے اسرار پر لطیف تقریر فرمائی ہے۔ اور وحدت وجود کے اعتقاد کا رد کیا ہے۔ یہ رسالہ بہت ہی مقبول ہوا ہے قیمت ۔۔۔ ۲/

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب قیمت ۔۔۔ ۲/

نور القرآن حصہ دوم۔ عیسائیوں کا عجیب رد ۔۔۔ ۴/

فیصلہ آسمانی قیمت ۔۔۔ ۲/

ایڈیٹر الحکم کی تالیفات تفسیر القرآن پارہ اول دوم سورۃ بقر کی تفسیر فی پارہ ۔۔۔ عمہ

پارہ ثالث۔ شرائط بیعت طبع ہیں فی پارہ ۔۔۔ عہ

سلک مروارید: حصہ اول سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اپنی طرز کا پہلا رسالہ جو مستورات کی اصلاح کیواسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ناول کے طور پر لکھا گیا ہے۔ قیمت ۔۔۔ ۴/

حصہ دوم ۴/ حضرت اقدس کی پرانی تحریریں ۲/ منبر برہان الحق ۱/ محامد المسیح ۳/ ذکر حبیب ۲/ تعلیم و تبلیغ ۳/ نمونہ قرآن ۔۔۔ ۳/

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے۔ اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ

تلاوت کی اصل غرض عمل ہے!

عملی اور اعتقادی قوتوں کا نشوونما اس وقت تک نہیں ہوتا۔ جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے۔ اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے!

اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ترجمۃ القرآن شروع کیا گیا ہے۔ اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں۔ اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے:۔

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ اور

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)

کے درس سے لے ہوئے نوٹوں آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود مغفور کی تحریروں۔ ملفوظات و دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں۔

ان کو آپ نے ابتک نہیں پڑھا۔ تو ضرور پڑھیں۔ اس میں نور ہدایت اور شفا ہے۔

ہدیہ فی پارہ - - - (ایک روپیہ)

نوٹ سات پارے تیار ہیں۔ ساتوں کے اکٹھے خریدار سے معہ محصولڈاک (سات روپیہ)

دفتر الحکم قادیان ضلع گورداسپور سے درخواست کرو

گذشتہ تین ہفتے

مجھکو اوائل اپریل میں قادیان سے باہر جانا پڑا۔ اور میری اس سفر سے الحکم کے لئے غرض تھا ویز کو زیر عمل لانے کی کوشش تھی۔ جو اس کی اعانت کے لئے مفید ہو سکتی ہیں اس لئے کہ الحکم کو جاری رکھنے کے لئے میں حضرت خلیفۃ المسیح مد ظلہ العالی کے حضور بیعت کر چکا ہوں۔ اور میرا فرض ہے کہ جہاں تک میرے امکان میں ہے۔ میں اس کی اصلاح کی فکر کروں۔

ناظرین الحکم اس بات سے بے خبر نہیں۔ کہ جب سے مشین پر یس جاری کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ سے کارخانہ کو ایک کثیر نقصان اٹھانا پڑا جس کی تلافی اس وقت تک نہیں ہوئی۔ اس میں کلام نہیں کہ بعض احباب نے میری حوصلہ افزائی اور ہمت بڑھانے میں ہر طرح کوشش کی۔ مگر اسباب کے سلسلہ میں جو کام سبب کرنے کا ہو۔ وہ ایک دو سے نہیں ہو سکتا۔ ہاں میں کشرح صدر سے اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح مد ظلہ العالی نے جہاں مجھ سے الحکم سے الگ ہونے کا عہد لیا۔ وہاں الحکم کی اعانت میں واجب التقلید حصہ لیا۔

صرف آپ کی خلافت کا عہد الحکم کی زندگی میں ایسا دور ہے کہ آپؓ نے متعدد مرتبہ اس کی مدد نقد روپیہ سے کی۔ پھر الحکم کے ذمہ بعض مطالبات کو ایسے طور پر ادا کر دیا کہ مجھے خبر بھی نہیں ہوئی اور ایک عرصہ بعد جاکر پتہ لگا۔ ایک ہمارے احباب ہیں۔ جو اس قسم کی نکتہ چینی کرتے ہیں۔ کہ الحکم فلاں مطالبہ کے نیچے ہے۔ اور فلاں زیر باری کا جوابدہ ہے۔ اور ایک ہمارا امطاع ہے۔ کہ اسے علم ہوتا ہے۔ کہ ایک مطالبہ الحکم کے ذمہ ہے وہ اپنی مقدرت میں پاتا ہے۔ کہ اسے ادا کر دے۔ قبل اس کے کہ مجھے ان سے اس کے متعلق کچھ کہنے کا موقعہ ملے وہ خود اسے ادا کرتا ہے۔ اور مجھے اطلاع بھی نہیں دیتا۔

یہ ذکر تو ذوق سخن اور جوش شکر گزاری نے درمیان میں لا ڈالا۔ میری غیر حاضری میں الحکم کا بند رہنا اس وجہ سے ضروری تھا کہ آجکل پریس ایکٹ کی وجہ سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس پر پلیگ اور فصل ربیع کی کٹائی کا اضافہ ہو گیا۔ کارخانہ الحکم کا ایک پریسمین بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ اور مزدور کٹائی کی فصل میں مصروف ہو گئے یہ اسباب مل کر اتنے دنوں تک الحکم کے بند رہنے کا موجب ہوئے اس اثنا میں بہی خواہان الحکم نے حسب معمول تردد کے خطوط لکھے اور چونکہ میں دفتر سے غیر حاضر تھا۔ اس لئے ان کے جواب نہ پہنچنے پر انہیں اور بھی حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے سفر سے ایک عام اطلاع بدر میں شائع ہونے کے واسطے بھیجی تھی مگر وہ معلوم نہیں کیوں چھپ نہیں سکی۔ بعض لوگوں نے اس تعویق کے متعلق عجیب افواہ اڑائی جو میں نے لاہور میں جاکر سنی جبکہ بعض آدمیوں نے خود مجھ سے دریافت کیا۔ اور وہ افواہ یہ تھی کہ اخبار الحکم کا پچھلا نمبر حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے جلوا دیا ہے۔ اور ایڈیٹر الحکم بھاگ گیا ہے۔ میں اس خبر کو سن کر اتنا حیران ہوا کہ میری زندگی میں یہ پہلا موقعہ تھا۔ اس لئے کہ اخبار خود میں نے شائع کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے ایسا کوئی حکم کبھی دیا ہی نہیں تھا پھر یہ گپ کیوں اڑائی گئی۔ میں ایسے لوگوں کو نہایت درد دل سے کہتا ہوں کہ ایسی باتوں سے کچھ حاصل نہیں سو وہ ایسے مشغلہ کو ترک کر دیں۔ الحکم کا ایڈیٹر خدا کے فضل سے کسی بات کو چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ تو اس بات کا موید ہے۔ کہ واقعات کو تاریکی میں نہ رکھا جاوے اور نہ گول مول الفاظ سے انہیں چھپانے کی کوشش کی جاوے۔ حضرت خلیفۃ المسیحؓ اگر ایسا حکم دیتے۔ تو وہ بڑی خوشی سے بحمد للہ اس پر عمل کرتا۔ اور اس کا اعلان کر دیتا۔ اس لئے کہ حضرت کے ارشادات ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ اور آپ کی ہدایات ہمارے لئے موجب سعادت ہیں۔

بدبخت ہے وہ انسان جو آپ کی نصیحت کو سن کر برا منائے ایسا شفیق ناصح صدیوں کے بعد بھی پیدا ہو نا ممکن نہیں اور میں تو اپنے آپ کو مریض یقین کرتا ہوں اور اس کے دست شفا کا محتاج اپنے آپ کو پاتا ہوں۔ میں آپ کے فیض کے کلمات طیبات کی اشاعت کا شوقین ہوں پھر اگر ایسی بات ہوتی۔ تو وہ سب سے پہلے الحکم ہی میں نکلتی۔ ایسے مفتریوں کو جو حضرت خلیفۃ المسیحؓ پر افترا کرتے ہیں۔ توبہ کرنی چاہئے۔ ایسی باتوں سے الحکم کو انشاء اللہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو اپنا بازو قرار دیا ہے۔ اب جو چاہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت کا بازو ٹوٹ جاوے۔ وہ زور آزمائی کرے مگر خدا سے ڈرے۔ ایسی افواہوں سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔

کیا ایسی افواہوں کے مرتکب جرائت کر سکتے ہیں کہ وہ علانیہ اپنی غلطی کا اقرار کریں؟ واقعات اس کا جواب دینگے۔

پس میں ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ کے لئے جب تک کہ ان کا الحکم سے تعلق ہے۔ یاد رکھیں۔ کہ الحکم یا ایڈیٹر الحکم کے متعلق اگر کوئی افواہ پھیلائی جاوے۔ تو وہ مجھ سے براہ راست دریافت کر لیں۔ اور ایسے آدمی کی تحریر حاصل کریں تاکہ میں اسے حضرت امام کے حضور پیش کر سکوں۔ الحکم کی اشاعت میں اگر کبھی کوئی روک ہو۔ تو وہ ان اسباب کے ماتحت ہوگی۔ جو میرے اختیار اور مقدرت سے باہر ہوں۔ الحکم اپنی کسی غلطی کے اظہار میں خدا ہی کے فضل و کرم سے شرم نہیں کریگا۔ اور نہ کسی ایسے امر میں جو اس کی سمجھ میں حضرت مسیح موعود یا آپ کے جانشین کے صریح ارشادات اور ہدایات کے خلاف ہو۔ اس پہلو کو لینے کا حوصلہ کر سکتا ہے۔ جو سلسلہ کے اغراض کے منافی ہو۔ وہ خدا تعالیٰ سے حق کی اشاعت اور تائید کی توفیق چاہتا ہے۔ اور اسی کے لئے ناظرین سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔ یہ سطور مجھے محض غلط فہمی کے رفع کرنے کے لئے لکھنی پڑی ہیں ورنہ

یعلم اللہ کہ بکس نیست غبارے ما

ایوانِ خلافت

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت امام ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت قابل شکر گزاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک عجیب نشان ہمیں دکھایا ہے۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

احمدی قوم نے اس مرد خدا کی اس بیماری میں بہت سے نشانات کا مطالعہ کیا۔ اول تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جو حضرت کے گھوڑے سے گرنے کے متعلق کی گئی تھی۔ پھر بعض اور بھی نشانات پورے ہوئے۔ جن میں سے ایک مرتد ڈاکٹر کی پیشگوئی کے خطرہ کا دور کرنا بھی تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل جو خطرہ شیطانی کسی کے لئے موجب ٹھوکر ہو سکتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیحؓ کے مقابلہ میں پیشگوئی کے کاٹنے دجال کا نامراد رہنا اس امر کی دلیل ٹھہرا کہ اسے خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

پھر اس علالت نے احمدی قوم کے مستقبل پر خود حضرت خلیفۃ المسیحؓ کو اندر ہی اندر غور کرنے کا عجیب موقعہ دیا۔ اور آپ کو دعاؤں کے لئے مخصوص کر لیا۔ اس پانچ ماہ کے عرصہ میں جسقدر دعائیں آپ نے کی ہیں۔ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ پہلے ایسا موقعہ نہیں ملا ہوگا۔ ہر سانس آپ کا دعاؤں کے ساتھ آتا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان بڑھانے کے لئے ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ ان کی تفصیل بہت وقت چاہتی ہے۔ خدا کرے کہ وہ لوگ جنہیں اس علالت میں آپ کے پاس کثرت سے رہنے کا اتفاق ہوا ہے وہ ان تمام واقعات کو قلمبند کریں۔

ایام علالت میں آپ تبلیغ حق کے لئے بہت حریص رہے اور ایسے اوقات میں جبکہ آپ کی حالت نازک سمجھی جاتی رہی۔ آپ نے بار بار فرمایا کہ مجھے اپنے مولیٰ پر بڑی امیدیں ہیں۔

صدقات اور خیرات کی کثرت سے آپ نے دکھایا کہ امراض اور مشکلات میں صدقات کی طرف توجہ کرنا فضل رب کو جذب کرتا ہے۔ اپنی بیماری میں آپ نے باوجود تکلیف و تقاضائے سن کبھی بھی کسل سے کام نہیں لیا۔ اور طبعی ضرورتوں کے لئے خود بڑی جرأت اور حوصلے سے اٹھتے رہے اب جبکہ آپ کی طبیعت بہت درست ہو چکی ہے اور زخم بہت ہی کم باقی ہے۔ آپ نے اپنے وقت کو

درس تدریس کی نذر کر دیا

اور عرصہ سے بخاری شریف کا درس شروع ہے اور خدا کا شکر ہے۔ کہ شیخ محمد تیمور صاحب ایم۔ اے اسے ختم کر چکے۔ مجھے گذشتہ تین ہفتہ آپ کی صحبت سے الگ رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس اثنا کے ان واقعات کو (جو ہمارے لئے رشد اور ہدایت کا موجب ہو سکتے ہیں) میں درج نہ کر سکنے کی وجہ سے افسوس کرتا ہوں۔

اور اب جو کچھ ملے گا۔ اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق پاتا ہوں

خضر کی تحقیقات

۱۶ اپریل ۱۹۱۱ء کو جس دن کہ میں قادیان سے باہر جاتا ہوں۔ بٹالہ کے ایک منصف صاحب اور ایک تحصیلدار صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مختار رضا صاحب نے

آپ سے دریافت کیا کہ خضر کیا ہے؟

فرمایا۔ جب کوئی قوم حق سے دور جا پڑتی ہے اور اس طرح پر وہ گر جاتی ہے۔ تو اُس کے عقائد میں فرق آتا ہے۔ پھر اس کا اثر اعمال پر پڑتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ حوصلے پست اور ہمتیں کمزور ہو جاتی ہیں وہ روحانی ترقیوں سے ہی نہیں رُکتی۔ بلکہ دُنیوی رنگ میں بھی پستی کی طرف چلی جاتی ہے۔ چونکہ میں اس بات پر سچے دل سے یقین رکھتا ہوں اور یہ میرا ہی نہیں تمام راستبازوں کا تجربہ ہے کہ تمام ترقیوں کی جڑ

سچے عقائد اور اعمال صالحہ ہیں۔

اس حالت تنزل میں اس کی علمی اور عملی کمزوریاں عجیب عجیب ایجادیں کرتی ہیں۔ آجکل مسلمانوں کی حالت بہت گر گئی ہے۔ اس لئے کہ ان میں خدا تعالیٰ کی کتاب کی عظمت اور اس پر عمل کرنے کا جوش نہیں رہا۔ اور وہ خدا کی کتاب کو ترک کرکے خود ہر طرف سے گر رہی ہے۔ اس واسطے اس پستی کے دور میں ایسی تحقیقات کی طرف متوجہ ہو چلی ہے۔ جو اس کے اعمال پر موثر نہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ آدم کو پیدا ہوئے کتنا عرصہ گزرا۔ اس کے ہاں دن کے پہلے حصہ میں لڑکی اور دوسرے میں لڑکا پیدا ہوتا تھا تو ان کے نکاح کیونکر ہوتے تھے۔ لیکن اگر غور کیا جاوے اور آپ بھی فکر کریں کہ کیا ان تحقیقاتوں سے کوئی روحانی ترقی یا اصلاح نفس وابستہ ہے۔ یا یہ کوئی علمی ترقی کا ذریعہ ہے۔ عملی رنگ میں اگر دیکھیں تو شریعت ہی اور ہو رہی ہے ایسے وظائف اور اوراد لوگوں نے تجویز کر لئے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی کتاب ہی چھوٹ گئی ہے۔ اس قسم کی بحثوں اور تحقیقاتوں میں سے خضر کی بحث ہے۔

میں آپ کو اس کے متعلق اپنی تحقیقات ابھی بتاؤں گا جس پر خدا کے فضل سے میں ایمان رکھتا ہوں۔ مگر میرا کام چونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اس لئے میں نے اس درد دل کا اظہار آپ سے کیا ہے۔ جو مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر دل میں پیدا ہوتا ہے اور آپ کو اس واسطے سُنا دیا ہے۔ کہ شاید کسی کو نفع پہنچے۔

صرف خضر ہی کی بحث نہیں۔ بلکہ ہمارے ہاں تو تین بزرگ ایسے ہیں ایک خضر دریاؤں کے اور الیاس جنگلوں کے اور جھنڈا پانی مشہور ہے اور ان تینوں کو زندہ سمجھا جاتا ہے۔ جیسے بحثوں کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں اصحاب کہف کے کتے کی بھی ایک بحث ہے۔ کہ وہ نر تھا یا مادہ اس کا رنگ کیا تھا۔ اور ایسا ہی بنی اسرائیل کی گائے کی بحث ہے۔ غرض اس قسم کی بحثیں قوم کی پست ہمتی اور حقائق سے دوری کا ثبوت ہیں۔ قوم کے ادبار کے وقت ایسی ہی حالت ہوتی ہے ہر کام میں سُست بات کریں گے۔ دولت ہوگی تو شراب خواری اور عیاشی کریں گے۔ حکومت ملیگی۔ تو ظلم اور سختی کے علاوہ رشوتیں لیں گے اور [illegible] حقوق کریں گے۔ یہ امراض ہیں۔ جو قوم میں اس وقت بھی پیدا ہو رہی ہیں۔ اب میں آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

خضر لفظ قرآن مجید میں نہیں ہے اور نہ یہ نام آیا ہے۔ نہ احادیث صحیحہ میں ذکر ہے۔ ہاں بطور کہانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ خضر کا نام لے لیتے ہیں۔ اب خضر کی وسعت دیکھو۔ کہ فضل شاہ [illegible] بھی [illegible] خضر نے میرے مُنہ میں پانی ڈالا ہے۔ نور احمد کاتب کے خط کا نام خضری خط ہے۔

اولیاء کرام کی کتابوں میں خضر کی [illegible] کا ذکر آیا ہے۔ اب سوال ہوتا ہے کہ خضر کیا چیز ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ ایک نبی کا نام ہے اور بعض کہتے ہیں کہ۔ ایک ولی کا نام ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ ہدایت ملی وہ خضر ہے۔ چنانچہ ایک شعر آپ نے بھی سُنا ہوگا

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

یہاں ہر ہادی کا نام خضر رکھا ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ خضر فرشتہ کا نام ہے۔ جیسے جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا خضر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ کتب سابقہ میں معراجنامہ موسیٰ ایک کتاب ہے۔ اس میں فرشتہ کا نام حضر لکھا ہے اور میری تحقیقات میں حضر ہی صحیح ہے اور اسی کو خضر بنا لیا۔ بعض علاقوں میں ح کو خ سے تلفظ کر لیتے ہیں۔ جیسے راولپنڈی کے ضلع میں حضر کے معنے جبرئیل کے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے حضور رہے وہ ایک فرشتہ ہے خواہ وہ متمثل ہو کر نظر آوے یا کسی آدمی کے ذریعہ تحریک کر دے۔ میری تحقیقات میں ایسی تحریک فرشتہ ہی کا کام ہے۔ چونکہ ہر ہادی اور رہبر اس کی تحریک سے کام کرتا ہے اس لئے وہ خضر کہلاتا ہے اور وہ تین طرح ملتا ہے یا تو متمثل ہو جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی کی شکل میں دیکھا بعض کہتے ہیں کہ کوئی بزرگ جو ہدایت کا موجب ہوا تو اسے کہدیا کہ خضر ہے میرا ایک دوست تھا وہ کسی زمانہ میں فسق میں مُبتلا تھا۔ ایک مرتبہ ضلع ہوشیارپور میں کسی ندی کے کنارے جا رہا تھا کہ ایک شخص ملا۔ اور اس نے یہ آیت پڑھی الم یان للذین آمنوا۔ الآیۃ۔ ایسی چوٹ دل پر لگی۔ کہ فوراً توبہ کر لی۔ اس کا یقین تھا کہ وہ خضر ہے غرض میرا یقین ہے۔ کہ وہ فرشتہ ہے یا اس کا متمثل اور رہبر کامل۔

ریا کا علاج اور ملامتی فرقہ کی حقیقت

۲۸ اپریل ۱۹۱۱ء کو حضرت کی خدمت میں میرے ایک مخلص اور مکرم بھائی نے ایک عریضہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے ایک روحانی مرض کا علاج چاہا تھا۔ حضرت نے اس کے متعلق ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ آپ کی طبیعت میں بے حد جوش تھا۔ حضرت اس میرے مخلص بھائی سے خصوصاً محبت کرتے ہیں۔ اور اُس کی قدر آپ کے دل میں ہے۔ بوجہ اس اخلاص کے جو اس کو حضرت سے ہے۔ حضرت کے سر میں ضعف تھا۔ مگر کچھ ایسا جوش تھا کہ بہت کچھ اس مضمون پر کہنا چاہتے تھے اور اس جوش کو روک نہ سکتے تھے۔ اس لئے نہایت محبت سے فرمایا کہ آپ اب تشریف لیجائیں آپ کو دیکھ کر بہت تحریک بولنے کی ہوتی ہے اور وہ میرے لئے اس وقت مضر ہے۔ یہ آپ کے جوش اصلاح کا ایک نمونہ تھا۔ جو دیکھنے والے ہی دیکھ سکتے تھے۔ میرے مخدوم بھائی نے فائدہ عام کے لئے اجازت دی ہے۔ کہ میں اُن کے سوال اور آپ کے جواب کو شائع کر دوں۔ خدا کرے۔ اپنی اصلاح کے لئے ایسا جوش ہمارے اندر بھی پیدا ہو۔ اور ہم اپنی کمزوریاں حضرت امام کے حضور عرض کرنے میں کبھی شرم نہ کریں میں تو اسے اعلیٰ درجہ کی خوبی سمجھتا ہوں۔ ایڈیٹر

نامۂ مریض

تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من
پیادہ میروم و ہمرہان سوارانند

السلام علیک یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ و برکاتہ و مغفرتہ و طیب صلواتہ و تائیداتہ و عونہ و صونہ۔ رات دن۔ صبح شام ہر وقت کی جلوت ہے۔ کوئی موقعہ خلوت کا مجھکو میسر نہیں ہے۔ اونچی جماعتوں کے سمجھدار بچوں میں رہتا ہوں۔ جن کے لئے میرا ایک نمونہ اور میری عملی زندگی ہی زیادہ مفید اور اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اب کئی روز سے میں اپنی ایک کمزوری سے مطلع ہو کر سخت خلجان میں گرفتار ہوں وہ کمزوری یہ ہے۔ کہ میرے اعمال نیک کی کسی کو اطلاع ہوتی ہے تو اُس سے میرے دل میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ یعنی میرا قلب دراصل ریا کے پلید مرض سے ماؤف ہے۔ اب اس مرض کی اطلاع پا کر مجھکو سخت کرب اور تکلیف ہے۔ کبھی جی چاہتا ہے کہ ملامتیہ فرقہ کے اعمال بجالاؤں۔ لیکن اس میں دوسروں کے ابتلا کا اندیشہ ہے۔ احیاء العلوم میں بھی ریا کا باب مطالعہ کیا۔ لیکن میں تو اسقدر کمزور ہوں۔ کہ اُس کے علاج پر بھی کاربند نہیں ہو سکتا۔ میری روح تحلیل ہوئی جاتی ہے۔ حضور کوئی علاج بھی بتائیں اور دعا بھی بہت فرمائیں۔ حضور سے یہ عرض کرنا بھی درحقیقت ریا سے خالی نہیں۔ لیکن امید ہے کہ اس طرح میرے درد کی دوا ہو جائیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ؎

مرا شیشہ بر دوش و باران سنگ
نہ یارائے رفتن نہ جائے درنگ

حضرت کا جواب

فرمایا بعض غلطیاں مسلمانوں میں ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے دور ہو سکتی ہیں نادان فلاسفروں نے معیار صداقت پر کتابیں لکھی ہیں۔ مگر وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ کوئی ایسا معیار صداقت قائم کر دیتے۔ یا قائم ہو جاتا۔ تو پھر اختلاف اُٹھ جاتا۔ دو بھائی ہوتے ہیں۔ ایک ریاضی سے دلچسپی رکھتا ہے۔ دوسرا لٹریچر سے۔ میں نے ایک مرتبہ مولوی محمد علی سے کہا۔ کہ فلسفہ کا ایک مسئلہ بتاؤ۔ اُس نے کہا کہ مجھے دلچسپی نہیں۔ حالانکہ وہ ایم۔ اے ہیں۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب کے معاملہ میں ایک شخص خود ایک پتھر کو تراشتا ہے اور باوجود اس کا خالق ہونے کے اس کے آگے سجدہ کرتا ہے۔ دوسرا درخت کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور تیسرا قبر کو معبود بنا لیتا ہے۔

میں نے ایک رئیس کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے مٹی کا عضو تناسل بنا کر آپ ہی اس کی پوجا کرتا تھا۔ کیا یہ عقل و فکر کی بات ہو سکتی ہے غرض معیار صداقت قائم نہیں ہو سکتا۔ وہ معیار صرف خدا کا فضل ہے۔ اسی پر کام چلتا ہے۔ ملامتی فرقہ کا کمال اختیار کرنے سے اصلاح کا خیال غلطی ہے۔ یہ فرقہ کم عقلی سے پیدا ہوا۔ اور شیطان کے پنجہ میں گرفتار رہے۔

سب سے زیادہ ملامتی انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں ان سے بڑھ کر ملامت کیا کسی کو ہوئی ہے؟ کبھی نہیں کسی امیر کو نہ فقیر کو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ ملامت ہوئی کہ ملک چھوڑنا پڑا۔ حضرت لوط اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کو بھی ملک چھوڑنا پڑا اور اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کو کسقدر ملامت ہوئی۔ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صاحب کو جس قدر گالیاں دی گئی ہیں۔ کیا کسی ننگے فقیر کو بھی دی گئی ہیں۔ ایسے فقیر جو ملامتی بنتے ہیں۔ انہیں تو مجذوب کہدیتے ہیں اور وہ پھر اس قدر بڑھ جاتے ہیں۔ کہ شراب پیتے ہیں اور زنا کرتے ہیں۔

اور لوگ کہدیتے ہیں کہ خلقت اندھی ہے۔

اصل فرقہ ملامتی انبیاء علیہم السلام اور ان کے اتباع کا ہے جسقدر انسان نیک ہوگا۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریگا اسیقدر ملامت بڑھ جائیگی اور خلقت دشمن ہو جائیگی اپنی تبلیغ میں جب تم کھول کر سلسلہ کا ذکر کروگے یا عیسیٰ کی خدائی اور بتوں کو خدا بنانے اور گورو نانک کو اوتار قرار دیئے جانے کی مخالفت کروگے۔ خواہ نخواہ ملامت ہوگی۔ اور لوگ دشمنی کرینگے حق گو سے بڑھ کر ملامتی کون ہو سکتا ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کی مخالفت ہوئی اور ان کے خلاف خطرناک منصوبے ہوئے اور انہیں ایذائیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ ترک وطن کرنا پڑا اور یہ ملامت ہی کا نتیجہ تھا اور یہ ملامت خلاف شریعت افعال سے پیدا نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے سے

اندھی دنیا نے ان کی مخالفت کی

مجھے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے محبت ہے ایک مرتبہ میں سیالکوٹ حضرت صاحب کے ساتھ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ کچھ سناؤ میں نے یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد پر وعظ کہا۔ شام ہو گئی لوگ چلے گئے ایک آدمی نے ایک شخص سے پوچھا کہ آج نورالدین نے کیا وعظ کیا اس نے کہا کہ یایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ پر تقریر کی ہے۔ وہ بولا کہ نورالدین منافق ہے اس نے مرزا صاحب کا ذکر نہیں کیا لوگوں نے یہ بات مجھے پہنچائی میں نے کہا کہ میں تو ملامتی ہوں۔ اس نے ایسا کہا تو کیا ہوا ممکن ہے اس کے دوستوں نے ملامت کی ہوگی۔ وہاں تو سب احمدی تھے پھر اگر میں نے مرزا صاحب کا ذکر نہیں کیا تھا تو کس کے خوف سے۔ غرض انبیاء علیہم السلام کے سچے اتباع ملامتی ہوتے ہیں۔ ان کی غرض لوگوں کو خوش کرنا اور اپنی تعریف سننا نہیں ہوتی۔ میں نے انہیں یہ بھی کہا کہ اسے یہ آیت سنا دو۔

اذا ذکر اللہ وحدہ الآیۃ و اذا ذکر الذین من دونہ الآیۃ

کیا مطلب اگر جناب الٰہی کا ذکر کیا جاوے تو بعض بے ایمان دل برا مناتے ہیں کشمیر میں اگر واعظ شیخ ہمدانی اور سید عبدالقادر جیلانی کا ذکر نہ کریں۔ تو لوگ دشمن ہو جاتے ہیں وہاں خطبہ میں بھی یہ ذکر لازمی ہے چشتی ہوں تو خواجہ معین الدین چشتی کا اور نقشبندیوں میں خواجہ نقشبند کا اور قادریوں میں عبدالقادر اور شیعوں میں امام حسین کا ذکر ہو تو یہ لوگ خوش ہوتے مگر یہ خوشی تو اللہ کے سوا مخلوق کے ذکر سے ہوئی ایسے کو سمجھو کہ یہ بے مومن ہے۔ ان کی عظمت اس کے دل میں ہے۔ مگر مومن حقیقی امر بالمعروف کرتا جاتا ہے۔ اس کے دل میں محض خدا تعالیٰ کی عظمت ہوتی ہے غرض ملامتی اس کو نہیں کہتے جو رنگ برنگ کے کپڑے پہنیں یا کچھ بکتے جاویں۔ اسی کی ضرورت ہے۔ صرف نبی کی اتباع ہی کا حکم ہے۔ ریا کے متعلق میں تمہیں دو فقیروں کا واقعہ سناتا ہوں جن کو میری آنکھوں نے دیکھا ہے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو بھی ریا آتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا ان جانوروں بیلوں اور گھوڑوں کے سامنے نماز پڑھتے ہوئے تمہیں ریا آتی ہے اس نے کہا نہیں تو انہوں نے کہا کہ ہماری نماز کے وقت لوگوں کی حقیقت بیلوں سے زیادہ نہیں تو ہمیں ریا کیوں آئے؟

ایک سرکاری حکم ہے مثلاً یہ کہ نماز پڑھو پس تمہارا کام یہ ہے کہ اس کی تعمیل کرو نفس کہتا ہے لوگ دیکھتے ہیں۔ بہت اچھا دیکھیں ہمیں اس سے کیا ہم نے صرف تعمیل ارشاد ربانی کرنی ہے۔ شیخ غزالی صاحب بڑا تشدد کرتے ہیں ان کی کتابوں کو دیکھا جاوے تو وہ بہت ڈرا دیتے ہیں شیخ محی الدین ابن عربی امید دلاتے ہیں کہ بہشت میں ہی چلے جاتے ہیں۔ قرآن مجید کو آپ پڑھیں اور اس پر عمل کریں اور تدبر کریں۔ اول وقت نماز پڑھیں چلے جاتے اور کبھی

اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ کوئی دیکھتا ہے یا کیا کہتا ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ سب سے بڑھ کر ملامتی انبیاء ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا کچھ کہا گیا۔ کاہن۔ شاعر۔ مجنون۔ ساحر۔ یرید ان یتفضل علیکم۔ پھر اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔ حضرت صاحب کے حق میں لوگوں کے فتوے دیکھے اور سلطان کو کہتے سنا۔ میں نے اپنے حق میں گالیاں سنیں اور فتوے دیکھے مگر میں اس راہ کو مبارک سمجھتا ہوں کیونکہ یہ انبیاء کی اطاعت کی راہ ہے اور نبی کی اتباع میں سب سے بڑی ملامت ہے۔ برخلاف اس کے جو ملامتی آپ بنے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ پوجے گئے ہیں۔ میرے سامنے جب کوئی شخص نذر رکھتا ہے۔ تو میرا دل کانپ جاتا ہے کہ خدا جانے یہ مجھے کیا سمجھتا ہے۔ اس کو یہ خیال ہوگا۔ کہ خدا کے ایجنٹ بنے ہوئے ہیں اور یہاں یہ حال ہے کہ ۲۰ ماہ سے پڑے ہیں بوجہ بیماری تدبر کے۔ مصرف نہیں دیکھ سکا۔ میرا خدا کھانے کے لئے تو عجیب طور پر بھیجوا رہا ہے۔ یاغستان سے دو روپیہ آئے جو نہایت اطیب تھے اس نے بھجوا دیئے۔ مجھے سکھوں اور چینیوں نے بھی دیا۔ جن کو مجھ سے کچھ تعلق نہ تھا۔

ہمارے ایک بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کے ایک بھائی شیخ محمد تھے۔ ان کی بی بی کا نام ام حبیبہ تھا۔ وہ اس قدر ذکر شغل میں بڑھیں۔ کہ انہوں نے ذکر الٰہی کے لئے نوافل کو چھوڑ دیا پھر اور ترقی کی تو سنت غیر موکدہ کو چھوڑا۔ پھر جو اور لذت بڑھی تو سنن موکدہ میں فرق آنے لگا۔ خاوند کو فکر ہوئی۔ کہ بیوی ترقی کر رہی ہے انہوں نے جو دریافت کیا تو کہا کہ ذکر الٰہی میں اس قدر ذوق شوق ہے کہ سنن اور نوافل نہیں پڑھتی۔ میاں نے کہا کہ آپ لاحول کا بھی ذکر کریں۔ وہ لاحول پڑھنے لگی تو دیکھا کہ مصلے پر ہنومان آگیا ہے۔ تو بی بی صاحبہ نے اسے دھتکار دیا اور کہا کہ یہ کیوں؟ ہنومان نے کہا کہ یہاں تو ہمارا ہی دخل تھا۔ یہ اب کیا کرتوت شروع کر دی۔ تم تو ہمارے قابو میں آگئی تھیں اتنے میں میاں بھی آگئے۔ اور انہوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے تو کہا کہ اب تو نوافل اور سنن پڑھا کریں گے

غرض یہ خوب یاد رکھو

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

ہمیں کافی دین مل گیا ہے۔ نفس ریا کرے کرنے دو۔ ہم فرمانبرداری کرتے ہیں اسے کہدو کہ تو خود سزا پائیگا۔ ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ ہر شیطانی وسوسہ کا علاج لاحول ہے۔ ہم نے شیطان کو دیکھا ہے۔ اور اس کے بھاگنے کا بھی تجربہ کیا ہے۔ نوردین کے پہلے صفحہ پر استغفر اللہ تین مرتبہ لکھا ہے اور لاحول تین مرتبہ۔ جب میں اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے نوردین لکھتا تھا تو میں نے دیکھا کہ ہندوؤں کے گھر میں میری شادی ہوئی ہے۔ وہ ساس کہتی ہے کہ آخری پوجا ایک مندر میں کرا آؤ۔ تو پھر لڑکی کو لے جاؤ۔ وہ مجھے ایک مندر میں لے گئے۔ وہاں دو بڑے بڑے بت تھے ان کے منہ جنوب کو ہیں میرا منہ شمال کی طرف ہے مجھے ان کو سجدہ کرنے کو کہا۔ مگر مجھے یاد آگیا۔ کہ اسلام اور بت کو سجدہ میں نے بڑے زور سے استغفار شروع کیا۔ جب تیسری مرتبہ پڑھا۔ تو وہ بت دھڑم سے گر گیا۔ پھر دوسرے کی طرف توجہ کی تو

وہ استغفار سے نہیں گرا۔ میں نے سمجھا کہ یہ انسانی فعل ہے اس کے لئے زبردست ہتھیار چاہئے۔ اور وہ لاحول ہے۔ تیسری مرتبہ جب لاحول پڑھا۔ تو وہ بھی گر گیا اور بائیں طرف سے شیطان آیا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کا بڑا چمٹا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر میرے سر پر مارنا چاہا تو میں نے لاحول پڑھا اور وہ بھی بھاگ گیا۔ تو میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ شیطانی وساوس کے لئے **لاحول** زبردست ہتھیار ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع بڑی بہادری ہے باقی سب نفس کے دھوکے ہیں۔ میں چاہوں تو اس مضمون پر کئی گھنٹے لیکچر دوں اور مشاہدات سناؤں۔ یہ سب کچھ اس کے فضل سے ہی ہو سکتا ہے۔ زیادہ لاحول پڑھو۔ شریعت کی پابندی کرو۔ محمد رسول اللہ نے بڑی تلوار ماری ہے۔

میں بڑے نبیوں کے علم جانتا ہوں۔ بائیبل تو نوک زبان ہو رہی ہے۔ ویدوں کو بھی بڑے عالموں سے سنا ہے۔ اور ژند وستا۔ گاتھ۔ دساتیر ہمارے گھر میں ہیں۔ ان کو پڑھا ہے اور خوب پڑھا ہے۔ جو کچھ بھی ہے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے باقی سب اوت پٹانگ ہے اسے حوالہ بخدا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی دستگیریاں کی ہیں میرے لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ہی دلربا ہیں۔ اور کسی کی عظمت ہی نبی کریم صلعم کے مقابلہ میں سمجھ میں نہیں آتی۔

احمدی اور غیر احمدی کے سوال کا قطعی فیصلہ

الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں اس سوال پر بحث ہو چکی ہے۔ جو آجکل غیر احمدیوں کے متعلق پیدا ہوا ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد نے اس پر ایک مبسوط مضمون لکھا ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ وہ مضمون اب حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ارشاد اور مشورہ کے ماتحت پبلک ہوتا ہے۔ بدر میں تو اسی ہفتہ شائع ہو جائیگا الحکم کی اگلی اشاعت میں انشاء اللہ تمام و کمال اسے چھاپ دیا جائیگا۔ تشحیذ میں بھی چھپ گیا ہے۔ باایں اس کی کثرت سے اشاعت کی ضرورت ہے۔ اس مضمون کے بعد اس بحث کا انشاء اللہ خاتمہ ہو جائیگا اور ضرورت نہ رہیگی کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کی پوزیشن کے متعلق پھر سوال اٹھایا جائے۔ اس سے ان فتووں کی حقیقت بھی کھل جائے گی جو احمدی قوم کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے شائع ہوئے ہیں اور جن سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ الحکم کی اسی اشاعت میں فرقہ ملامتی کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ جب کہ ہم ایک نبی کے متبع ہیں۔ تو کیا ضرورت ہے۔ کہ خواہ نخواہ لوگوں کی عام ہمدردی یا تعریف کو حاصل کرنے کے لئے اپنے عقائد کو صفائی سے بیان نہ کریں بہرحال حضرت صاحبزادہ صاحب کا مضمون قابل غور ہے۔

ایڈیٹر

علم فلسفہ

معیار الخیالات

اس عالمانہ کتاب کا مطالعہ کرنے سے ہی پتہ لگ سکتا ہے کہ فاضل مصنف نے مضامین میں مفصلہ ذیل مثلاً

روحانی سیر خدا۔ فضل خدائی۔ عبادت پرستش یعنی پوجا۔ خیرات۔ مذہب جیوآتما یعنی روح انسانی۔ تعلیم۔ دولت۔ عشق۔ ادب۔ دوستی۔ رحم۔ حمل میں آنے سے تا موت قواعد حفاظت جسم۔ نشہ بازی۔ استغراق۔ موت۔ حیات مابعد موت کے اوپر کن عالمانہ دلایل سے بحث کی ہے۔ اور ہر ایک مذہب و ملت کے انسان کو کتاب ہذا کا مطالعہ کرنا کن کن معلومات کا ذخیرہ پیدا کرتا ہے۔

چونکہ فاضل مصنف نے اس کتاب کو کئی ہزار کی لاگت سے باعلم سوسائٹی میں بالکل مفت بلکہ محصول ڈاک بھی اپنی طرف سے چھپواکر تقسیم کیا ہے اس لئے نوٹس ہذا کا مطالعہ فرماتے ہی بذریعہ ڈاک کارڈ نہایت جلد اطلاع دیں۔ کیونکہ یہ رسالہ روزمرہ ہزارہا کی تعداد میں معززین و عالمان کی خدمت میں روانہ ہونا شروع ہوگیا ہے۔ اس لئے تاکہ جلدی ختم نہ ہو جاوے اور پھر جناب کے حکم کی تعمیل نہ ہوسکے۔ اور رسالہ پلیگ بھی چھپ گیا ہے جو کہ بغیر قیمت اسی رسالہ کے ہمراہ روانہ ہوگا۔

سکرٹری لائبریری رسالہ معیار الخیالات جگادھری ضلع انبالہ پنجاب

آریہ سماج اشتعال انگیز پالیسی کی بانی ہے

۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء کے اخبار ہندوستان لاہور میں صفحہ ۱۸ پر شری مان پنڈت رام بھجدت صاحب بی۔اے پلیڈر لاہور کی وہ تقریر درج ہوئی ہے۔ جو صاحب موصوف نے مقتول لیکھرام کی برسی کے دن آریہ سماج کے جلسہ میں کی تھی۔ چونکہ اس تقریر میں پنڈت صاحب مہاراج نے تعصب کی بنا پر حق و باطل کا خیال نہیں رکھا۔ اس لئے عوام کو غلط فہمی کے خطرناک مرض سے بال بال بچانے کے لئے ہمنے مناسب سمجھا کہ ذیل میں اسپر کسیقدر خامہ فرسائی یا ریویو کیا جاوے۔

وھو ھذا

سب سے پہلے جناب پنڈت صاحب نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ آریہ سماج ان بزرگوں کو جن کو سناتنی بھائی اوتار کی پدوی (خطاب) دیتے ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی اوتار اور دیوتا تو نہیں مانتی۔ لیکن بوجہ بزرگ ضرور مانتی ہے۔ مثلاً رام چندر جی اور سری کرشن جی مہاراج کہ جن کو ہندو اوتار مانتے ہیں۔ اور اسی لئے جہاں کہیں ان بزرگوں کی ہتک ہوتی ہو یا کوئی بدزبان آدمی انپر گالیوں کی بوچھاڑ کر رہا ہو۔ تو آریہ سماج ان نظارہ کو دیکھ کر چپ نہیں رہ سکتی۔

اس کے بعد مسلمانوں کے پاک بننے کی کوشش کے عنوان کے ذیل میں بعض مغلیہ خاندان کے آخری بادشاہوں کی عیش پسندی کے حالات کا ذکر اس نکتہ خیال کی بنا پر کیا ہے۔ کہ جس سے معاذ اللہ اسلام کو ایسا نقصان پہونچا کہ جس کے باعث بعض مسلمانوں کو انگریزوں کے پورے طور پر تسلط ہو جانے کے باوجود قومی اصلاح اور دین اسلام کو از سر نو زندہ کرنے کے خیال نے دوسرے مذاہب کی عیب جوئی اور خصوصاً ہندو دھرم پر بیجا حملے کرنے میں اسلام کی ترقی پاکیزگی اور از سر نو زندگی کا جامہ پہنانا نظر آیا چنانچہ بقول پنڈت صاحب مسلمانوں نے ہندو مذہب پر بیجا اور فحش حملے محض مذہبی اور اخلاقی ترقی کا ضروری حصہ سمجھکر کئے ہیں۔ حالانکہ یہ خیالات پنڈت صاحب کے واقعات صحیحہ ثابتہ کے سراسر خلاف ہیں۔ کیونکہ مقدس اسلام کو نہ کبھی اس صورت میں ترقی نصیب ہوئی ہے۔ اور نہ وہ اس قسم کی حرکات کو ترقی کا راہ قرار دیتا ہے۔ اور نہ مسلمان اس کے کبھی روادار ہو سکتے ہیں۔ ہاں ان ویدی راجوں مہاراجوں کی زندگی کے کارناموں پر اگر غور کیا جاوے۔ اور انکی ہسٹریز کی ورق گردانی کیجائے۔ تو لامحالہ اس قسم کے نظارے پائے جاتے ہیں یعنے ان کی نکتہ خیالی میں مذہبی اور اخلاقی ترقی کا ضروری حصہ دوسروں پر فحش حملے کرنے کے سوا اور کچھ نہ تہا۔ چنانچہ اسی بنا پر مہاراج بھیشم پتامہ نے کاشی کے راجہ کی لڑکیوں کو زبردستی چھین کر اپنے بھائیوں کی بیویاں بنانے کے لئے اس پر حملہ کیا تہا (ملاحظہ ہو اردو مہابھارت صفحہ ۱۹ تا صفحہ ۲۵) ایسے ہی راجہ پرتھی راج نے مہاراج جے چند جیسے غیور راجہ کے جسم پر فحش حملہ کر کے ان کی راج کماری سنجوگتا کو محل شاہی میں سے نکالکر اپنی عورت بنانا چاہا تہا۔ حالانکہ از روئے ہندو دھرم وہ انپر مباح نہیں تھی۔ کیونکہ پرتھی راج صاحب جے چند مہاراج کے خالہ زاد بھائی ہونیکے باعث سنجوگتا کے چچا تھے جسکے ساتھ از روئے ہندو دھرم و عقائد سنجوگتا کا بیاہ نہیں ہو سکتا تہا غالباً مہاراج جے چند نے اسی باعث اس تعلق کو ناپسند فرمایا تہا۔ جسپر پرتھی راج صاحب نے فحش حملے کو اپنی فلاح اور راکھش بیاہ کے آدرش عمل درآمد کرنیکا ذریعہ یقین کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ جناب پنڈت صاحب نے مسلمانوں پر فحش حملوں کا الزام لگانے سے پہلے اپنے مذہب کے گریبان میں منہ ڈالکر نہیں دیکھا اور نہ ویدک راجوں مہاراجوں کی حرکتوں کے بھیانک تصویر کے پہلو کو سامنے رکھکر زبان شریف کو حرکت دینے کا حوصلہ کیا۔ ورنہ انپر علے وجہ البصیرت واضح ہو جاتا کہ فحش حملے کرنیکی تعلیم دینے والا یا مجوزہ وہ دھرم ہو سکتا ہے جسنے راج رشیوں کو بھی ذیل کا اقرار کرنے پر دلیر کیا ہو کہ "عقلمندوں نے کہا ہے کہ جو شخص زبردستی لڑکی کو اوٹھا کر لیجاتا ہے اور مقابلہ کرنیوالوں کے خون سے اپنی تلوار کو رنگین کرتا ہے وہ لڑکی کی سب سے زیادہ قیمت ادا کرتا ہے۔" (از راج رشی بھیشم جی ملاحظہ ہو اردو مہابھارت صفحہ ۳۰)

پنڈت صاحب کا فرض تہا کہ وہ پہلے اپنی گھر کی یعنی اپنے دھرم کی پڑتال کرتے اور اگر اس میں ہزاروں نقص نظر نہ آتے۔ تو غرق سے دوسروں پر بے بنیاد حملے کرتے یا الزام لگانے کیلئے ڈٹ جاتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا حالانکہ یہ انپر فرض تہا۔ اور کم سے کم سوامی دیانند جی مہاراج کے ارشادات تو زیر نظر رکھنے از حد ضروری تھے جنہوں نے ہندوؤں کے قابل قدر بزرگوں کی بجائے عزت قائم کرنیکے ان کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں کہ جسکو کوئی غیور قابل تعریف الفاظ کو لحاظ سے قرار دیسکتا ہے نہیں بلکہ وہ شرح صدر سے اس امر کے آگے سر تسلیم خم کر سکتا ہے۔ کہ واقعی سوامی مہاراج نے ہندوؤں کے بزرگوں پر نہایت ظلم و ستم کی راہ سے فحش سے فحش حملے کئے ہیں۔ مثلاً مہاتما بیاس جی جیسے پوتر انسان کی نسبت ذکر جنہوں نے محض ایشور کی پراپتی (تعالیٰ الٰہی و وصال الٰہی کیلئے) دنیا کا تیاگ کیا تہا۔ اور تحصیل علم کیطرح تیار ہوکر سفر اختیار کیا تہا۔ یہ بیان کرنا کہ انہوں نے اپنی چھوٹی بہاوجوں اور انکی باندی سے بغیر علانیہ نکاح یا نیوگ وداہ کرنے کے تعلق پیدا کر کے اولاد پیدا کی تھی۔ ایسے ہی مہاراج پانڈو کی استریوں کنتی اور مادری کی نسبت قابل نفرت طریقہ سے اولاد پیدا کرنے کا ذکر کرنا واقعی فحش سے فحش حملے ہیں۔ جسکو کوئی شریف ہندو برداشت نہیں کر سکتا۔ (ملاحظہ ہو اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۳۹)

جب ہم پنڈت صاحب کے اس سراسر بے بنیاد خیال کیطرف توجہ کرتے ہیں کہ جو وہ سوامی صاحب کی کارروائیوں کو نظر انداز کر کے مسلمانوں پر لگاتے ہیں۔ تو ہم کو سخت تعجب ہوتا اور ماننا پڑتا ہے کہ واقعی دیانندی تعلیم حق و باطل کے پہچاننے کے بالکل ناقابل کر دیتی ہے۔ ورنہ بات تو بالکل سہل اور آسان سی ہے کہ مسلمانوں نے جو کچھ ہندوؤں کی نسبت ان کتابوں میں لکھا ہے کہ جنکا ذکر پنڈت صاحب نے کیا ہے۔ وہ دراصل انہیں خیالات کے متعلق ہے جنکا دیانندی صاحبان آئے دن کھنڈن کرتے ہیں۔ اور ان کو گپوڑے قرار دیکر قابل نفرت اور بائیکاٹ کرنے کے لائق بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ پنڈت صاحب نے خود اقرار کیا ہے کہ "آریہ سماج خود پرانوں کا کھنڈن کرتا ہے اور گپوڑوں کی تردید میں مسلمانوں عیسائیوں سے کم نہیں۔" جب یہ بات ہے تو مسلمانوں کو ملزم گرداننا ہرگز درست نہیں۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے متعلق اگر کچھ لکھا ہے تو محض اسی نکتہ خیال سے جس کو پنڈت صاحب اور سماجی مہاشے بائیکاٹ کے قابل بیان فرماتے ہیں۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ جو امور پنڈت صاحب اور سماجی مہاشوں کے نکتہ خیال میں قابل نفرت ہوں اور وہ ان کا کھنڈن کرنا اپنا پرم دھرم یقین کرتے ہوں اس کو قابل نفرت قرار دینے کے لئے جدوجہد کرنا اشتعال انگیز مواد کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ فحش حملوں کے ذیل میں ہی شمار ہو سکتا ہے۔ ہاں مہاراج پانڈو کی استریوں اور مہاتما بیاس جی کی نسبت ان کی پوزیشن اور حیثیت کے خلاف ذکر اذکار واقعی فحش حملے اور اشتعال انگیز تعلیم کے ذیل میں شمار ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ کسی شریف فطرت کا اتفاق کرنا امر محال ہے۔

اگر پنڈت جی مہاراج انصاف کو کام فرما کر غور کرتے۔ تو لامحالہ ان کو ماننا پڑتا۔ کہ بعض مسلمانوں نے پرانوں کے بے بنیاد اور خطرناک گپوڑوں کا جسقدر بھی کھنڈن کیا ہے۔ وہ دیانند صاحب اور دیانندی مہاشوں کیطرح ہرگز ہرگز اشتعال انگیز نہیں۔ ہاں جن ہندوؤں اور دیانندیوں نے پرانوں کے بے بنیاد گپوڑوں کی حمایت میں اسلامی معتقدات کے سراسر خلاف ہرزہ درائی کی ہے وہ واقعی اشتعال انگیز تعلیم کے ذیل میں بیان کرنیکے لائق ہے۔ اس لئے اگر کچھ مسلمانوں کو کہنا پڑا تو واقعی وہ ضروری تہا۔

ہماری تو سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ پنڈت صاحب باوجود اس اقرار کے صحیح کہ آریہ سماج مثل مسلمانوں اور عیسائیوں کے گپوڑوں کی تردید کرتی ہے۔ کیوں اندرمن جی کی ان تحریروں کی حمایت

ملہ اس پر ہم مزید از مضمون لکھنا چاہتے ہیں جس میں اس امر کا محققانہ اور تنقیدانہ پہلو کے لحاظ سے اظہار کیا جائیگا۔ (بفضل اللہ) کہ بعض مسلمان بادشاہوں کے اندر اسلام کی تعلیم کے خلاف امراض کن وجوہات سے موجود ہوئے۔ منہ

حمایت کی جو انہوں نے ایک تو گپوڑوں کی حمایت میں شایع
کی تھیں۔ دوسرے اپنے برص کے داغ سے بےخبر ہو کر دوسروں
کی جائز ناجائز امر وص قرار دینے کیلئے نہایت شوخی اور شرارت
سے سیدھی باتوں پر بھی زور آزمائی کرکے خطرناک قرار دیکر۔ اور
گندی گالیوں کی بوچھاڑ سے طوفان بے تمیزی برپا کیا تھا۔ پھر
اس سے زیادہ تعجب اس امر پر ہے کہ سوامی مہرشی نے ان امور
کی تائید گرمیدانی تحریروں کے جنکا خود بدولت کھنڈن کرتے ہو۔
مدد کرنے کیلئے اعلان کیے ہزاروں چھپ گئے (جسکے باعث
بالآخر آپ سبھی بذریعہ اشتہار بابت دنگا و فساد بھی برپا ہوا)
کیا ست کہ گرمیں [illegible] کا تھا گو اس امر کی تحریک ہے کہ
جسکی خود تردید کرنیکا بیڑا اٹھایا جائے۔ اسکی تائید کرنیوالا شخص
اس لئے قابل مدد ٹھیرتا ہے کہ اس سے دوسری قوم کا مقابلہ
پڑ جائے؟ انصاف! انصاف!! انصاف!!!

یہ سچ ہے کہ منشی اندرمن کی مدد کرنا یا ان کی مدد کیلئے اعلان
کرنا اندریں صورت واقعی خطرناک اور سیاہ غلطی ہے۔
کہ جب آریہ سماج حقیقتاً گپوڑوں کا کھنڈن کرنے والی ہو لیکن
مشکل تو یہ ہے کہ شری یُت پنڈت صاحب بہادر نے شدہ
جتنا ہے اس دستہ پر کلام نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ منہ آیا وہ بغیر
انصاف کرنے کے بیان فرمائے گئے۔ آریہ سماج کی اصل
پوزیشن کے اظہار کیلئے جہاں ستیارتھ پرکاش کافی سے
زیادہ ہے۔ وہاں اسکے اپدیشکوں اور لیکچراروں کی حرکتیں
بھی اس لئے اس کے خلاف بیانی حق کے گلے پر الٹی چھری
پھیرنے کا کام ہے۔ ہم شریمان پنڈت جی مہاراج کے اس
ارشاد کو سویکار کرنے کو تیار تھے۔ کہ آریہ سماج ہندوؤں
کی حمایت کرتی ہے۔ اگر ہم کو اس بات کے خلاف پنڈت
صاحب اور سوامی صاحب اور دوسرے دیانندی مہاشے
ثبوت نہ دیتے۔ تعجب کہ ایک طرف تو پنڈت صاحب
ہندوؤں کے مسلمہ اوتار کے مسئلہ کے سراسر خلاف آریہ سماج
کو تعلیم دینے کا اقرار کرتے ہیں۔ دوسری طرف ہندوؤں کے
مسلمہ عقاید۔ دیوی دیوتا اور مورتی پوجن کا کھنڈن والا
ظاہر کرتے ہیں۔ تیسری طرف انکی خاص کتابوں پرانوں
کو گپوڑوں کا ذخیرہ قرار دیتے ہیں۔ ہاں ان سب امور کی
تردید کرنا آریہ سماج کا پرم دھرم بیان فرماتے ہیں۔ تو پھر
کونسے وہ وجوہات ہیں کہ جس کے باعث آریہ سماج کو ہندوؤں
کی حمایت کرنے والی پشتیبان قرار دیا جائے؟

ستیارتھ پرکاش سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ سوامی
صاحب اور آریہ سماج ہندوؤں کو اپنے نکتہ خیال سے اسی
طرح قابل نفرت یقین کرتے ہیں کہ جسطرح دوسرے مذاہب
والوں کو چنانچہ اسی لئے اس میں جہاں سوامی مہرشی نے ایکطرف
مسلمانوں اور عیسائیوں کی تردید میں تہذیب متانت اور عقل
و خرد کو بالائے طاق رکھکر اعتراض کیے ہیں۔ تو دوسری طرف
ہندوؤں کے ہر ایک فرقہ کی دل کھولکر دیتی ہی بلکہ اس سے
کسی قدر زیادہ ہی تردید کرکے ثابت کردیا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں
اور عیسائیوں کیطرح ہندوؤں کو بھی قابل نفرت یقین کرتے
ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ شریمان پنڈت جی مہاراج نے ستیارتھ
پرکاش کی تحریروں اور سوامی مہاراج کے عملی نمونوں کے
خلاف کیوں آریہ سماج کو اشتعال انگیز پالیسی سے دور دور
اور پرے پرے رہنے والا بیان فرمایا۔

بات یہ ہے کہ سوامی مہرشی کو نیا فرقہ بنانیکا شوق تھا۔ اور
اسی لئے انہوں نے نہ صرف ہندوؤں کے خلاف ہی علم بلند کیا
بلکہ دوسروں پر بھی بغیر صحیح علم کے ناجائز نکتہ چینی کرنے پر ڈٹ
گئے خصوصاً ہندوؤں کے بزرگوں کے خلاف تو انہوں نے
یہاں تک قدم اٹھائے کہ جن امور کے وہ پہلے صریحاً منکر
تھے انہیں کو قابل تعریف بیان کرنے لگے۔ مثلاً تناسخ
اور نیوگ۔ چنانچہ نیوگ جیسے افعال کی تردید کا حال اس
اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو سوامی مہاراج نے بزبان
سنسکرت کاشی میں "اشٹ ستم اور اشٹ گیم" کے
عنوان سے دیا تھا۔ جیسے کہ اس میں یہ موجود ہے کہ "دوسرے
کی عورت سے مجامعت کرنا چھپی گپ ہے" (ملاحظہ ہو
سوامی صاحب کی سوانحعمری مولفہ رادھاکشن صاحب بہتہ
صفحہ ۸۶ و ۸۷)

سمجھ میں نہیں آتا کہ باوجود اس اقرار صحیح کے سوامی
مہاراج نے نیوگ کے لئے کیوں دوسروں کو ترغیب
دی۔ اور کیوں مہرشی جی بیاس جی جیسے پوتر انسان اور
کنتی و مادری جیسے نیک بختوں اور ہندو قوم کی قابل
قدر عورتوں پر نیوگ کے جائز ٹھیرانے کیلئے فحش سے
فحش حملے کئے ہیں؟ اس کا صحیح جواب سوامی پنڈت صاحب
کے اور کوئی شاید ہی دے سکے۔ بہرکیف حقیقت حال تو یہ ہے کہ
ہندو قوم پر فحش حملے کرنا۔ اور کرانے کے ٹھیکیدار اصل یا
تو پرانوں کے لکھنے والے ہیں۔ اور یا سوامی صاحب کی
تحریریں۔ مسلمان اگر کچھ لکھتے ہیں تو وہ صرف انکی نقلیں
ہی ہوتی ہیں۔ اسلئے وہ اشتعال انگیز مادہ کے پھیلانے
والے ہرگز ثابت نہیں ہوتے۔

یہ بالکل سچ ہے کہ آریہ سماج میں جنکی سپرٹ کی ابتدا جب
ہی سے پھیلی ہے کہ جب سے اس کے افراد نے ستیارتھ
پرکاش پر عمل درآمد کرنا شروع کیا اور سوامی جی مہاراج
کو باوجود پرانوں اور گپوڑوں کا کھنڈن کرنے کے اندرگنی
جی مدد کیلئے۔ تاں گپوڑوں کی حمایت میں خامہ فرسائی کرنے
کا خیال سوجھا۔ چنانچہ اسی لئے انہوں نے اور ان کے ارشاد
سے دیانندیوں نے بجائے گپوڑوں کی تردید میں شامل ہونے
کے انکا گپوڑوں کی حمایت کرنے کو قابل مدد قرار دیا۔ نتیجہ یہ
نکلا کہ مقتول لیکھرام اور اس کے دل و دماغ جیسے یعنی
یقین کر بیٹھے کہ دوسروں پر غیر مستند کو پیش نظر رکھکر بیہودہ
اعتراض کرنا۔ اور خواہ مخواہ کی زبان درازیاں کرنا آریہ
سماج کی [illegible] کرنا ہے۔ پھر کیا تھا مقتول لیکھرام اور ایسے
دیگر نتھو جیسے مرد میدان بنکر نکلے اسلام اور مسلمانوں
کے خلاف الل جلول نکتہ چینی اور لایعنی اعتراض کرنے
جسکے جواب کے لئے مسلمانوں کو بھی اشہب عنبر اور سمند باد
رفتار کو حرکت دینی پڑی تاکہ دیانندیوں کے ہوش ٹھکانے
رہیں۔ اور وہ یہ سمجھ لیں کہ دیانندیوں کے خیالات ناقصہ
دھجیاں بکھیرنے والے معدوم کا حکم رکھتے ہیں۔

یہ تو بالکل سچ ہے کہ مقتول لیکھرام نے تکذیب براہین
احمدیہ اور اپنے خبط میں جو کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ وہ
جہاں مستند اسلامی معتقدات کے سراسر خلاف بیانی سے
پر ہے۔ وہاں دیانندی خیالات کی دھجیاں بکھیرنے والا
بھی اچھا خاصہ مجموعہ ہے۔ جسکا ثبوت دینے کیلئے بفضل
اللہ کریم ہم موجود ہیں۔ لیکن یہ بالکل غلط اور سیاہ شرارت
ہے کہ تقریب ناب قبلہ جناب مرزا صاحب علیہ السلام نے
اپنی مقدس کتاب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ
میں آریوں کو یا ماسٹر مرلی دھر صاحب کو بے نقط گالیاں
سنائی ہیں۔ اگر پنڈت صاحب کے نکتہ خیال میں دلایل اقابل
سے مخالف و معاند کا ناطقہ بند اور قافیہ تنگ کرنا بے نقط
گالیاں ہیں تو ہم پنڈت صاحب کو مجبور سمجھنے کے وجوہات پاتے
ہیں۔ اور اگر اس لحاظ سے انہوں نے فہم و عقل کو بھی گالیوں
کا مجموعہ قرار دیا ہے تو لاریب وہ قابل رحم ہیں۔

الغرض

آریہ سماج کا وجود حق بات تو یہ ہے کہ اشتعال انگیز
پالیسی کا ہر طرح سے موجد ہے۔ خواہ مسلمانوں۔
عیسائیوں۔ جینیوں۔ سکھوں۔ سناتن دھرم۔ ہندوؤں
اور پرانوں کی قدر کرنے والوں پر بے بنیاد اور نامعقول
پیرایہ میں اعتراض کرنے کے لحاظ سے غور کرو۔ خواہ مسلمان
ہندوؤں۔ عیسائیوں۔ اور سکھوں وغیرہ کے قابل تعظیم بزرگوں
پر فحش سے فحش الزام لگانیکے لحاظ سے۔

یہ بالکل سچ ہے کہ دیانندی آریہ اور ہندو ایک نہیں بلکہ دو
ہیں۔ اسلئے آریوں نے جو کچھ لکھا ہے کہ وہ ہندوؤں کیطرف سے بطور
ڈیفنس کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ مسلمانوں نے ہندوؤں
کے عقاید مسلمہ کے متعلق لکھا ہے [illegible] دیانندی آریہ صاحبان
بھی ویسے ہی [illegible] مخالف اور [illegible] گرنیوالے ہیں۔ پھر پنڈت
صاحب کا یہ [illegible] بالکل [illegible] کہ جب [illegible] چار کتابیں آریوں
اور ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کیطرف سے نکل چکی تھیں
تب آریہ سماج نے بطور جواب اور ڈیفنس کے ایک کتاب
کا نکالنا ضروری سمجھا تھا۔ وجہ یہ کہ آریہ سماج نے نہ تو کوئی
کتاب ہندوؤں کیطرف سے بطور ڈیفنس کے شایع کی۔ اور
نہ مسلمانوں نے ہی ستیارتھ پرکاش سے پہلے کوئی کتاب
دیانندی خیالات کی تردید میں شایع کی تھی۔ پنڈت صاحب اگر
صداقت کی [illegible] ہیں تو
مرد میدان بنکر ثابت تو کریں کہ آریہ سماج کے خلاف ستیارتھ
پرکاش سے پہلے فلاں کتاب مسلمانوں نے شایع کی تھی۔ اور
اس کے جواب میں آریہ سماج کو ستیارتھ پرکاش لکھنی پڑی۔
بے حق یہ ہے کہ جب سوامی صاحب نے مسلمانوں اور دوسرے
مذاہب کی تردید میں بیہودہ [illegible] ہی سر اٹھایا تو جناب
مولانا مولوی حضرت محمد قاسم علیہ الرحمۃ اور اقدس باب مرزا

صاحب علیہ السلام نے علم اور زبان سے کام لینا غرض سمجھا۔ اس لئے یقیناً اشتعال انگیزی کی مجرم ہر طرح سے آریہ سماج ہے۔

پھر پنڈت صاحب کا قادیان کے آریہ سماج کے جلسہ میں مرزا صاحب قبلہ کیطرف سے نسیم دعوت کتاب کے بطور تحفہ دیئے جانیکو گالیوں کی بوچھاڑ اور مہمان نوازی کے خلاف بیان کرنا سراسر غلطی ہے۔ وجہ یہ کہ جناب مرزا صاحب نے تو پنڈت صاحب کو بلایا ہی نہ تھا۔ اور نہ پنڈت صاحب مرزا صاحب کے پاس ہی گئے تھے۔ لیکن خوش فہمی جب تعصب کے ساتھ مرکب ہو جائے تو سوچنے سمجھنے کے لائق ہی انسان کو نہیں رکھتی۔ واقعات حقہ اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ اشتعال انگیزی کا پارٹ ہمیشہ آریہ سماج نے ہی لیا ہے اور مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے۔ وہ بطور ڈفنیس کے چنانچہ کئی آریہ سماج کے ایڈیٹنگ کئی جگہ کھلم کھلا اسلام کے خلاف اشتعال انگیز ہرزہ درائی کرتے ہوئے دیکھے گئے اور دیکھے جاتے ہیں پنڈت صاحب کی سراسر غلطی ہے کہ وہ آریوں کے ساتھ ہندوؤں کو لپیٹے ہوئے مسلمانوں کے حملوں کا ذکر کرتے اور مسلم لیگ کی بنیاد جن کرنیکا موجد قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ ہندو صاحبان نیوگ کو خطرناک عمل قرار دیکر مثل مسلمانوں کے اس کے منکر ہیں۔ اگر آریہ سماج واقعی ان کے نکتہ خیال میں عالمگیر مذہب ہے اور آریہ سماج ساری دنیا کو شکوک رفع کرنے کیلئے چیلنج دیتا ہے تو براہ کرم پنڈت صاحب اپنے اخبار ہندوستان میں اس کیلئے چند صفحے کھولکر اس مکسار کے شکوک متعلقہ آریہ سماج رفع کرنے اور آریہ سماج کو عالمگیر مذہب ثابت کرنیکی کوشش کریں۔ تاکہ یقین کیا جاسکے۔ کہ واقعی آریہ سماج سب کو خوش آمدید کہتا ہے۔ اگر یہ نہ کیا جاوے تو صاف ظاہر ہوگا۔ کہ آریہ سماج کی ایسی تعریف قابل قدر نہیں۔ جب سوامی صاحب مسئلہ نیوگ کے ذریعہ دل کھولکر فحش داستان چھوڑ گئے ہیں تو مسلمانوں کو کیا غرض ہے کہ وہ دل آزار حملے کریں کیونکہ اول تو یہ امر مسلمانوں کی پوزیشن کے خلاف ہے۔ دوسرے آریہ سماج مسئلہ نیوگ پر دے دیکھنے پر چول دچرا کر ہی نہیں سکتی اور نہ اس کے ذکر اذکار فحش اور دل آزار حملے ہی قرار دے سکتی ہے۔ رہا مسئلہ نیوگ کے ذکر اذکار کے وقت آریوں کا اُف تک نہ کرنا اول تو محض غلط اور واقعات حقہ کے خلاف ہے۔ دوسرے سوامی صاحب کے ارشادات کیوجہ سے آریہ سماجی اُف تک کرنے کے قابل ہی نہیں اور چار و ناچار انکو یہ ناگوار پیالہ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور اس معاملہ میں انکی بغرض محال اگر برداشت مانی بھی جاسکے تاہم وہ اس اشتعال انگیزی کے الزام سے بری نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سماج کی تعلیم نے ان کو اس معاملہ میں دلیری کرنے کی جرأت دی ہے۔

القصہ

ہم پنڈت صاحب کی خدمت میں باادب التماس کرتے ہیں کہ وہ واقعات حقہ کے خلاف زبان شریف کو حرکت دینے سے باز رہا کریں۔ ہم ان کو لیکھرام اور سوامی صاحب کی

تعریف کرنیسے منع نہیں کرتے۔ لیکن وہ مسلمانوں کو خواہ مخواہ الزام لگانے کی صورت میں آریہ سماج کو اشتعال انگیز پالیسی سے بری ٹھیرانے کیلئے جد و جہد کریں گے تو ان کی اس مغالطہ دہی کی تردید کیلئے مسلمان لنگر لنگوٹے کسکر ڈٹ جائیں گے ؎

سمجھانے سے ہے ہمیں سروکار
اب ماننے نہ ماننے وہ مختار

(راقم آریوں کا قدیم ہتیشی محمد حسین از لاہور رچہانی)

ناصر کی نُصرت کرو

خواہ تم جاگو نہ جاگو میں جگاؤں گا تم سنو نہ سنو میں تو سناؤں گا تمہیں

اے میرے پیارے احمدی احباب یہ تو ناممکن ہے کہ ایک کسی شخص کی بات کل زمانہ مان لے۔ مگر میرا تمہارا پیار رشتہ ہو کہ میری التجا تمہیں منظور فرمانی ہے مناسب ہے۔ خصوصاً ایسی عرض جس میں سراسر تمہاری بھلائی ہے۔ قادیان کے اصحاب صفہ جنکا ذکر حضرت صاحب کے الہام میں ہے۔ اور جن کے لئے فرشتہ روٹی لایا تھا۔ جو لنگر خانہ میں کھاتے ہیں۔ مگر جو ان میں سے عیال والے ہیں۔ وہ بے در و بے گھر ہونے کے سبب سے سخت تکلیف پا رہے ہیں۔ ان کے مکانوں کے لئے حضرت نواب محمد علیخانصاحب نے ایک قطعہ زمین عطا فرمایا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک گھر بنوا دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جسمیں سے ایک سو روپیہ پیشگی بھی عنایت فرما دیا ہے۔ اس زمین میں ۲۲ گھر تیار ہوں گے۔ اور ہر ایک گھر پر تین سو روپیہ اندازاً خرچ آئیگا۔ اس حساب کُل چھ ہزار چھ سو روپے کی ضرورت ہے سب دوست توجہ فرما دیں۔ تو کچھ مشکل نہیں ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

وو دل یک شود بشکنند کوہ را ✣ پراگندگی آرد انبوہ را۔

تم تو ماشاء اللہ ہزاروں لاکھوں ہو۔ اگر متفقہ کوشش کرو تو ایکدن میں یہ روپیہ بہم پہونچا سکتے ہو۔ خصوصاً بعض احباب ایسے بھی ہیں کہ جنھوں نے ہنوز کچھ چندہ عطا نہیں فرمایا بعض بفضل خدا متموّل بھی ہیں جیسے کہ ہمارے حضرت صاحب کو بڑے مخلص شیخ رحمت اللہ صاحب سوداگر ہیں اگر چاہیں تو ایک مکان باسانی بنا سکتے ہیں۔ اور حیدر آباد کے محمد رضوی صاحب۔ سیالکوٹ کے چوہدری نصر اللہ خاں صاحب شیخ محمد حسین صاحب و برادران منیجر کاٹن ملز لائل پور و سرگودہا و محمد حسین خانصاحب افسر انہار ریاست خیر پور۔ و ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن احمدیہ بلڈنگ لاہور۔ اسمٰعیل آدم صاحب سوداگر جوہری بمبئی۔ میاں چراغدین صاحب رئیس لاہور و وارث میاں سلطان صاحب ٹھیکیدار۔ غلام محمد صاحب رئیس لاہور۔ اور بھی کئی صاحب ہیں۔ جنکا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے مجھے مفصل معلوم نہیں۔ چند آدمی حضرت خلیفۃ المسیح کیطرح ایک ایک گھر بنوا دیں۔ دوسرے حسب حیثیت بنصف یا بچہ تہائی حصہ مکان کا بنوا دیں۔

اور جو ان سے بھی کم مالدار ہیں وہ آٹھواں حصہ سولھواں حصہ بنوا دیں لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا

اور بہی کم استطاعت ہیں۔ وہ دس پانچ ہی عنایت فرما کر ممنون کریں اور جو غریب ہیں وہ بھی کچھ نہ کچھ دے کر ثواب حاصل کریں۔ غرضیکہ قطرہ قطرہ میشود دریا۔ کو مد نظر رکھکر تھوڑا تھوڑا اس کار خیر میں دیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے اس کے فضل کے امیدوار رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نیتوں کو دیکھتا ہے لن ینال اللّٰہ لحومہا ودماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم متقی بننے کیلئے جیسے نماز پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح حسب حیثیت کچھ لوجہ اللہ غرباء پر خرچ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جنکے نام اوپر لکھے گئے ہیں۔ ان میں سے بہت سے احباب نے کچھ چندہ وقتاً فوقتاً دیا بھی ہے۔ اور آئندہ ان کی مہربانی کی امید ہے کہ اور بھی قطعات قادیان کیلئے عطا فرمائیں گے۔ کسی نے کیا خوب مصرع کہا ہے ؎

ع :۔ نام ہو آپکا اور کام ہمارا ہو جائے۔

لیکن ہماری جماعت کے لائق یوں ہے ع :۔

اجر ہو آپ کو اور کام ہمارا ہو جائے

کلام امیر (از بدر)

بدعات ایک دوست کا خط آیا کہ میں اپنے بچہ کا ختنہ سے بچوڑا کرانا چاہتا ہوں۔ ہماری قوم میں اس کے متعلق بڑی بڑی رسمیں ہیں۔ حضور کوئی ایسی ہدایت فرماویں کہ جس سے ان رسوم کی پابندی ٹوٹ جاوے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا میں کوئی اور دستور العمل قائم کرنا نہیں چاہتا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جو حکم ہے۔ وہ تو اس سے زیادہ نہیں کہ ختنہ میں جو چمڑا کاٹنے کے لائق ہے وہ کاٹ دیا جاوے اور کوئی بات اس موقعہ پر ثابت نہیں جسکا میں حکم دوں۔

فرمایا ختنہ کی رسوم کا ایک نتیجہ میں نے خود دیکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ مالیر کوٹلہ میں ایک قوم نے اخراجات رسوم کے میسر نہ ہونے کیوجہ سے ختنہ کرنا ترک کر دیا تھا۔ پہلے ایک شخص نے اخراجات کے نہ ہونے کیوجہ سے ختنہ نہ کرایا۔ اور پھر آہستہ آہستہ قوم کے اور لوگوں نے بھی اسی کی تقلید کی۔ آخر ان کے ایک مجتہد کو ان سب کا ختنہ کرنا پڑا۔ درمیاں میں

ایک اور دوست نے ذکر کیا کہ ایک قوم کے بعض آدمیوں نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ہماری برادری کے ہمیشہ دو حصے رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے۔ کہ ساری برادری کا اتفاق نہ ہو جائے۔ بلکہ اگر کوئی موقعہ شادی غمی کا آجاوے تو کثیر اخراجات کے خوف سے عمداً (اتفاق ہو تو) تو ایک حصہ برادری سے پھوٹ کر لینی پڑتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے نہایت قریبی رشتہ کے گھر میں ایک موقعہ شادی کا تھا۔ انہوں نے آداے رسوم کا خیال کیا۔ تو میں نے کہا اگر ایسا کرو گے تو میں کبھی شریک نہ ہونگا۔ انہوں نے جب نہ مانا تو میں نے اتنے روز انکا کھانا ہی چھوڑ دیا اور گھر میں میری بیوی الگ کھانا پکاتی تھی۔ اس موقعہ پر میری مخالفت ہوئی۔ مگر بعد میں میں نے دیکھا کہ وہ تمام برادریاں جنکی خاطر رسمیں ادا ہوئی تھیں سب کی سب ٹوٹ پھوٹ گئیں۔ اور ان رسموں سے